ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

29

8 تا 14 شعبان المعظم 1431ھ/ 20 تا 26 جولائی 2010ء

اس شمارے میں

کشمیر بنے گا قبرستان؟

میرا آخری قدم "رجوع الی الخلافہ" ہے

نبی کریم ﷺ کا سفرِ معراج

ڈاکٹر اسرار احمدؒ:
استقامت کی قابلِ تقلید مثال

ہر محدود کی طرف پیش قدمی

عافیہ...... جسے میں نے دیکھا

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی کھلی خلاف ورزی

میرپور: خواتین کے لیے خصوصی دعوتی پروگرام

جب سچ کی فصل اُگانا مشکل ہو جائے!

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

زندگی ایک خاموش سبق

آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ آپ کی ذات سے دنیا میں کیا پھیل رہا ہے اور لوگ آپ سے کیا سیکھ رہے ہیں —— بُرائی یا بھلائی؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ آدمی خواہ کسی حیثیت کا ہو اور علم و مرتبے کے لحاظ سے کسی بھی مقام پر ہو، اس کی ذات سے یا بُرائی پھیلتی ہے یا بھلائی۔ اُس کو دیکھ کر یا تو لوگوں میں نیکی اور بھلائی کے جذبات اُمڈتے ہیں یا بُرے کاموں کی رغبت ہوتی ہے۔ ہر آدمی کے تعلقات اور اثرات کا ایک دائرہ ہوتا ہے، کچھ لوگ اس کے رشتہ دار ہوتے ہیں، کچھ دوست، احباب ہوتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا وہ ماتحت ہوتا ہے، کچھ لوگ اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں، کچھ لوگ اس سے محبت نہیں کرتے۔ کچھ لوگ اس کو بڑا مانتے ہیں، کچھ لوگ اس کے بڑے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اس کے پڑوس میں بستے ہیں، کچھ شریکِ کار ہوتے ہیں۔ اور یہ سب ہی لوگ اس کی زندگی سے اچھا یا بُرا کچھ نہ کچھ اثر ضرور لیتے ہیں۔

سوچئے، آپ بھی اس طرح کے بہت سے رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ بہت سے لوگوں سے آپ کے بھی تعلقات ہیں، اور فطری طور پر آپ کے اثرات کا بھی ایک دائرہ ہے —— آپ سے گوناگوں تعلق رکھنے والے یہ سب لوگ آپ سے کیا سیکھ رہے ہیں؟ اور آپ کی زندگی اُن پر کیا اچھا یا بُرا اثر ڈال رہی ہے۔ آپ کی بات چیت اور افکار و خیالات، مشغلے، دلچسپیاں، دوڑ دھوپ، حوصلے، ارادے، تمنائیں، آپ کا سلوک، آپ کا رویہ، غرض بحیثیت مجموعی آپ کی زندگی لوگوں کو کچھ نہ کچھ دیتی ہے، اور آپ کو محسوس ہو یا نہ ہو وہ لوگوں پر اثر انداز ہوتی ہے —— آپ کی زندگی ایک خاموش سبق ہے جو ہر وقت پڑھا جا رہا ہے، یاد کیا جا رہا ہے اور اپنے وقت پر دُہرایا جائے گا۔

شعورِ حیات

محمد یوسف اصلاحی

الھدیٰ (427)

سورۃ التوبہ

(آیت: 8 تا 12)

ڈاکٹر اسرار احمد

كَيۡفَ وَاِنۡ يَّظۡهَرُوۡا عَلَيۡكُمۡ لَا يَرۡقُبُوۡا فِيۡكُمۡ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً‌ ؕ يُرۡضُوۡنَكُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَتَاۡبٰى قُلُوۡبُهُمۡ‌ ۚ وَاَكۡثَرُهُمۡ فٰسِقُوۡنَ‌ۚ ﴿۸﴾ اِشۡتَرَوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا
قَلِيۡلًا فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِهٖ‌ ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹﴾ لَا يَرۡقُبُوۡنَ فِىۡ مُؤۡمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً‌ ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُعۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰﴾ فَاِنۡ تَابُوۡا
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِى الدِّيۡنِ‌ ؕ وَنُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَاِنۡ نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُوۡا فِىۡ
دِيۡـنِكُمۡ فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّةَ الۡـكُفۡرِ‌ ۙ اِنَّهُمۡ لَاۤ اَيۡمَانَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنۡتَهُوۡنَ ﴿۱۲﴾

”(بھلا ان سے عہد) کیونکر (پورا کیا جائے جب اُن کا حال یہ ہے) کہ اگر تم پر غلبہ پالیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا؟ یہ منہ سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں لیکن ان کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کرتے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔ یہ اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے اور (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں برے ہیں۔ یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں نہ عہد کا۔ اور یہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کے لئے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو (ان) کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ عجب نہیں کہ اپنی حرکات سے باز آجائیں۔“

یعنی صلح حدیبیہ کا معاہدہ کیونکر قائم رکھا جا سکتا ہے جبکہ کفار کا حال یہ ہے کہ وہ تم پر کہیں قابو پالیں تو نہ تمہاری قرابت کا اور نہ ہی عہد کا لحاظ کریں۔ ان کے نزدیک نہ قرابت کی کوئی اہمیت ہے اور نہ معاہدے کا احترام، جب بھی چاہا معاہدہ توڑ دیا۔ اب جو وہ صلح کی تجدید کے لیے آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمہیں منہ کی باتوں سے راضی کرلیں تو اُن کے دل اب بھی نہیں مان رہے۔ ان کی اکثریت فاسقوں پر مشتمل ہے۔

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی آیات کو حقیر سی قیمت کے عوض یعنی اپنی چودھراہٹوں اور سیادتوں کے لیے فروخت کیا ہے، حالانکہ وہ حق کو پہچانتے تھے۔ محمد رسول اللہ ﷺ 13 سال تک ان کے ہاں دعوت دیتے رہے، مگر انہوں نے قرآن مجید کو رد کیا۔ خود بھی رکے اور لوگوں کو بھی اللہ کے راستے سے روکتے رہے۔ ان کا عمل بہت ہی بُرا رہا ہے۔

دوبارہ فرمایا کہ یہ نہ کسی مومن کے ساتھ کسی قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد معاہدے کا۔ حقیقت میں یہی وہ لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

ان کی سرکشی اور حق کی مخالفت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے رستہ کھلا رکھا ہوا ہے۔ اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور ہم اپنی آیات ان لوگوں کے لیے تفصیل سے بیان کر رہے ہیں جو علم رکھتے ہیں یا جو علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اگر انہوں نے اپنی قسم اور معاہدے کو باندھنے کے بعد توڑ دیا ہے اور تمہارے دین کے معاملے میں عیب لگایا ہے تو ان کفر کے اماموں کے ساتھ جنگ کرو۔ جزیرہ نمائے عرب میں کافر اور مشرک تو سب تھے، یہ آئمۃ الکفر کون تھے؟ یہ قریش تھے جو کعبہ کے متولی اور بتوں کے مجاور تھے۔ انہوں نے اللہ کے گھر کو شرک کا مرکز بنایا ہوا تھا۔ توحید کے مرکز کو شرک کا اڈہ بنا رکھا تھا۔ لہٰذا تک ان کفر کے اماموں کو شکست نہ دی جائے گی جزیرہ نمائے عرب پر دین کے غلبہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ وہاں کوئی formal حکومت نہیں تھی، نہ ہی کوئی سلطنت یا ریاست تھی جس کا کوئی دار الخلافہ ہوتا، تاہم معنوی اعتبار سے مکہ کو ”ام القریٰ“ (مرکزی بستی) کی حیثیت حاصل تھی۔ ایک اعتبار سے یہ پورے جزیرۂ نمائے عرب کا صدر مقام تھا۔ لہٰذا فرمایا کہ ان کافروں کے اماموں کے ساتھ جنگ کرو۔ ان کی کسی قسم کا کوئی اعتبار نہیں۔ نرمی کے ساتھ تو وہ باز آنے والے نہیں، شاید سختی کی جائے تو باز آجائیں۔

فرمان نبوی ﷺ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

کتا پالنے کی مذمت

عَنْ اِبْنَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبِ مَاشِيَةٍ اَوْ ضَارِيَةٍ نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهٖ قِيْرَاطَانِ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص ایسا کتا پالے کہ جانور کی حفاظت یا شکار کے لیے نہ ہو تو ہر دن اس کے عمل سے دو قیراط کم ہو جاتے ہیں۔ (ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے)

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشمیر بنے گا قبرستان؟

پاکستان کی تریسٹھ سالہ تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ ہماری ترجیحات بہت جلد تلپٹ ہو جاتی ہیں۔ ہماری تمام سرگرمیوں اور جوش و جذبات کا تعلق آج سے ہوتا ہے۔ وقتی اور ہنگامی نوعیت کے ایشوز ہماری مکمل توجہ کے مرکز بن جاتے ہیں۔ ہم نے اپنے عمل سے ثابت کیا ہے کہ ہماری کوئی مستقل ترجیح نہیں ہے۔ ہمارے سیاست دان، ہمارا میڈیا، یہاں تک کہ ہمارے علمائے کرام وقت کے دریا میں اٹھنے والی لہروں پر سوار ہونا چاہتے ہیں۔ ایشو پرانا ہو جائے تو وہ قابل توجہ نہیں رہتا چاہے، خواہ نظریاتی لحاظ سے یا ملکی سلامتی کے حوالہ سے وہ کتنا ہی اہم اور حساس کیوں نہ ہو۔ اس سے پہلے کہ ہم نشاندہی کریں کہ کیسے کیسے حساس ایشوز ہماری نظروں اور ذہنوں سے اوجھل ہوئے، ہم یہ تجزیہ کرنے کی کوشش کریں گے کہ ایسا کیوں ہے۔ ہم صرف آج سے منسلک ہو کر، آنے اور جانے والے کل سے لاتعلق کیوں ہو جاتے ہیں۔ ہمارا یہ طرزِ عمل کیوں نہیں ہے کہ عارضی ایشوز کتنی ہی اہمیت کیوں نہ اختیار کر جائیں ہم ان سے جلد از جلد نبرد آزما ہو کر اپنی مستقل ترجیحات کے مطابق آگے بڑھیں۔ اس کی صرف اور صرف وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاؤں زمین پر نہیں ہیں، ہم ہواؤں میں اُڑتے رہتے ہیں، ہم اپنی نظریاتی بنیادوں کو مضبوط نہیں کر سکے۔ اِس حوالہ سے دنیا اگر کہتی ہے کہ پاکستان ابھی اپنے تشخص کی تلاش میں ہے تو کوئی غلط نہیں۔ عارضی ایشوز میں گم ہو کر اپنے ہدف کی طرف پشت کر لینا احمقانہ اور ضرر رساں فعل ہوتا ہے جو قومی سطح پر بربادی کا باعث بن سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک ہماری مستقل ترجیح نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر یعنی پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہونا چاہئے تھی۔ آج ہمیں یہ تحریر کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ پیشہ ور سیاسی جماعتوں اور سیاست دانوں کو چھوڑیئے، مذہبی سیاسی جماعتیں اور پارلیمنٹ میں براجمان علمائے کرام بھی اسلام کا نام سرسری انداز میں اور تبرکاً ہی لیتے ہیں۔ لیکن بدلتی ہوئی صورتِ حال سے فائدہ اٹھا کر اور ہر نئے ایشو کو ذریعہ بنا کر اقتدار کے قریب سے قریب تر ہونا یا کم از کم اپنی سیاسی قوت میں اضافہ کر لینا ان سب کی زندگی کا مقصد بن کر رہ گیا ہے۔

پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ ہماری اولین اور مستقل ترجیح ہونی چاہیے، یہ بات ہم ہزاروں نہیں تو سینکڑوں بار یقیناً مختلف انداز میں تحریر کر چکے ہیں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ کرتے رہیں گے، لیکن اس مرتبہ ہم چاہیں گے کہ اس مسئلہ پر بات کریں جسے ماضی میں ہم پاکستان کی زندگی اور موت کا مسئلہ کہتے تھے یعنی مسئلہ کشمیر، وہ کشمیر جسے بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا۔ یاد رہے، ہم ''کشمیر بنے گا پاکستان'' کے نعرے لگاتے تھکتے نہیں تھے۔ پھر اپنی شہ رگ کو اپنے ازلی دشمن سے چھڑانا ہماری ترجیح اول ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ یہ تکمیلِ پاکستان کا مسئلہ تھا، یہ تقسیم ہند کا ایجنڈا تھا۔ لہٰذا جغرافیائی سلامتی کے لحاظ سے اور دفاعی نقطہ نظر سے یہ ایک ایسا ایشو تھا جس کو ہمیشہ ترجیح اول رہنا چاہئے تھا۔ کشمیر کا الحاق اگر پاکستان سے ہو گیا ہوتا تو بھارت کبھی پاکستان کا پانی بند کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوتا۔ اب گویا بھارت کا ہاتھ پاکستان کی گردن پر ہے، جب چاہے مروڑ دے۔ اور ہم قومی اور ملکی سطح پر چھوٹے چھوٹے نئے ایشوز پر پھنس کر رہ گئے ہیں اور کشمیر کو بھول چکے ہیں۔ کبھی ہم فوج کے آنے کی دعائیں کرتے ہیں اور کبھی بحالیٔ جمہوریت کے لئے جان و مال کی قربانی دے رہے ہوتے ہیں۔ کبھی نئے صوبے بننا یا نہ بننا مسئلہ بنا ہوتا ہے۔ کبھی عدلیہ کی آزادی کی تحریک چلاتے ہیں اور کبھی وکلاء گردی سے پریشان نظر آتے ہیں۔ کبھی میڈیا کی آزادی کی مہم اور کبھی جعلی ڈگریوں کا مسئلہ آسمانِ پاکستان پر چھا جاتا ہے۔ ہمارا قطعی طور پر یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ان مسائل پر توجہ

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 | 8 تا 14 شعبان المعظم 1431ھ | شمارہ 29
20 تا 26 جولائی 2010ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

نہ دیں لیکن ہمیں یہ عادتِ بد ترک کرنا ہوگی کہ ہر دوسرے دن اپنی قومی ترجیحات کو تلپٹ کر دیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ جب اندرونِ ملک کوئی تنازعہ پیدا ہوتا ہے، کوئی بحرانی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو ہم اس کو زندگی اور موت کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔ حکومتیں بین الاقوامی ذمہ داریوں اور مفادات کو بھی اس مقامی بحران کی نذر کر دیتی ہیں۔ مقامی سطح کے اختلافات حکومت اور اپوزیشن یا کسی بڑے ادارے کے ذمہ داروں کے درمیان ذاتی دشمنی اور عداوت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں یہاں تک کہ ہم وطنوں کے خلاف بیرونی قوتوں سے مدد بھی حاصل کی جاتی ہے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ بین الاقوامی مسائل کا سامنا کرنے کے لئے ہم متحد اور الرٹ رہیں اور اپنے باہمی تنازعات کو ایک طرف رکھ دیں۔ ہمیں قومی ایشوز کو ایک حد اور ایک سطح تک رکھ کر نبٹنا ہوگا۔

بہر حال کشمیر کو یکسر نظر انداز کر دینے سے بھارت کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی اور اس کی افواج کشمیریوں کی تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے ظلم وستم اور بربریت کی ایسی مثالیں قائم کر رہی ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر کشمیریوں کی جان و مال اور عزت کا قبرستان بن جائے گا۔ بھارتی فوجی بھوکے بھیڑیوں کی طرح گھروں میں داخل ہوتے ہیں، عورتوں کی عزت سے کھیلتے ہیں، جوانوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں اور بعد ازاں ان کی لاشیں ویرانوں اور کھیتوں سے ملتی ہیں جن پر بے تحاشا تشدد کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ کرفیو شہروں سے گاؤں تک پہنچ چکا ہے۔ یہ ظلم، تشدد، بربریت اور درندگی کشمیریوں کی تحریک آزادی کو کچل نہیں سکتی۔ انتہائی دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ عالمی ضمیر لمبی تان کر سویا ہوا ہے۔ اور وہ N.G.O's جو ایک لڑکی کو کوڑے لگنے کی جعلی فلم پر آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں، ہزاروں لڑکیوں کی عزت کی بربادی پر خاموش ہیں۔ ہمارے صدر، وزیر اعظم اور وزراء کی فوج ظفر موج کو چپ لگی ہوئی ہے اُنہیں ایک مذمتی بیان دینے کی توفیق بھی نہیں ہوئی۔ حقوقِ انسانی کی تنظیم کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ کئی نائن الیون کشمیر میں انسانی جانوں کے تلف کرنے کا باعث بن چکے ہیں۔ ممبئی حملوں سے ہزار گُنا زیادہ انسان لقمہ اجل بن چکے ہیں، لیکن کوئی اسے دہشت گردی قرار نہیں دیتا۔ کوئی اسے انتہا پسندی نہیں کہتا۔ کوئی کشمیریوں کے آنسو نہیں پونچھتا۔ کوئی ان کی آزادی کے حق کو تسلیم نہیں کرتا۔ اقوام متحدہ کی قراردادیں ردی کی ٹوکری کی نذر ہو چکی ہیں۔ بدنیتی اور بددیانتی کی انتہا یہ ہے کہ جب ایک مسلمان ملک انڈونیشیا کے ایک علاقے مشرقی تیمور میں عیسائی آبادی آزادی اور علیحدگی کے لئے تحریک چلاتی ہے تو اقوام متحدہ فوراً حرکت میں آتی ہے۔ آناً فاناً ریفرنڈم ہوتا ہے اور مشرقی تیمور کو ایک آزاد ریاست قرار دے کر اس پر عمل درآمد بھی کروا دیا جاتا ہے یعنی چٹ منگنی پٹ بیاہ، اور بش جس کے دل میں چور ہے کہہ دیتا ہے کہ کشمیر اور مشرقی تیمور ایک جیسی نوعیت کے مسئلے نہیں ہیں۔ بہر حال اس وقت کشمیریوں کا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ بیگانے بھی انہیں مار رہے اور اپنے بھی انہیں ڈس رہے ہیں۔ جب بھی کشمیر کی تحریک زور پکڑتی ہے تو بھارت مذاکرات کا ڈول ڈال دیتا ہے جو کھلا فریب اور دھوکہ ہے۔ بھارت ایسے حالات میں وقت حاصل کرتا ہے اور بعد ازاں پھر یہ رٹ لگانے لگتا ہے کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ کشمیر کا اصل مسئلہ کیا ہے، کس نے حماقت اور کس نے بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے، اگلی اشاعت میں ان شاء اللہ اس کا تجزیہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

بیابہ مجلس اسرار

میرا آخری قدم ”رجوع الی الخلافہ“ ہے

احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور دوبارہ آئے گا اور یہ خلافت عالمی سطح پر قائم ہوگی۔ اس تصور کو قرآن مجید نے بھی بیان کیا ہے۔ میرا بنیادی کام ہی قرآن مجید کو پڑھنا اور پڑھانا ہے۔ ہماری دعوت کا پہلا قدم ”رجوع الی القرآن“ ہے۔ اسی مشن میں میری پوری عمر لگ گئی ہے اور اب میرا آخری قدم ”رجوع الی الخلافہ“ ہے۔ حضور ﷺ نے مکے میں قرآن پڑھ کر سنایا اور مدینے میں خلافت کا نظام قائم فرما دیا۔ یہی تدریج اور یہی طریقہ کار ہے جو میں نے حضور ﷺ کی سیرت سے سیکھا ہے۔ حضور ﷺ کے ہاتھوں یہ مشن بالفعل پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تھا، لیکن ہم اگر اسی کام میں اپنی جانیں لگا دیں اور کھپا دیں تو ہمارے لیے کامیابی ہی کامیابی ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی تو اپنی آنکھوں سے اسلام کا غلبہ نہیں دیکھا کہ وہ تو غزوۂ احد میں ہی شہید کر دیئے گئے تھے۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا مکہ ہی میں شہید کر دیئے گئے تھے، انہیں بھی اسلام کا غلبہ دیکھنا تو کیا مدینہ دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوا۔ لیکن کیا معاذ اللہ یہ ناکام ٹھہرے؟ اسی طرح ہم نظامِ خلافت کی جدوجہد ہی میں اپنی جان دے دیں تو ہم کامیاب ہوں گے، بشرطیکہ یہ یقین رہے کہ نظام خلافت کا قیام ہو کر رہے گا —— حضور ﷺ کا مقصد بعثت دین کا غلبہ تھا، جسے قرآن حکیم میں تین بار ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا: ﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ ”وہی (اللہ) ہے جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو ہدایت نامہ (قرآن حکیم) اور دین حق کے ساتھ، تاکہ اسے غالب کر دے کل کے کل دین پر۔“ اور ایک جگہ فرمایا گیا: ﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۝﴾ ”(اے نبیؐ) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپؐ کو مگر تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر!“

ان دونوں باتوں کو باہم جوڑنے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اگر پورے عالم ارضی پر دین کا غلبہ نہ ہو تو حضور ﷺ کا مقصد بعثت شرمندۂ تکمیل رہتا ہے۔ یعنی ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

پورا کرۂ ارضی جب تک نورِ توحید سے جگمگا نہیں جاتا، اس وقت تک محمد ﷺ کا مشن جاری رہے گا۔ جیسے کبھی میدان بدر اور دامن احد میں حق و باطل کی معرکہ آرائی تھی ویسے ہی حق و باطل کا معرکہ آج بھی جاری ہے۔ اسے دیکھنے کے لیے بصیرت چاہیے، بصارت چاہیے۔ ہاں، ایک وقت آ کر رہے گا جب شرارِ بولہبی بجھ جائے، اور چراغ مصطفویؐ سے چہار دانگ عالم منور ہو جائے گا۔

نبی کریم ﷺ کا سفرِ معراج

سیرت النبیؐ اور تاریخ انسانی کا ایک عظیم واقعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کا 9 جولائی 2010ء کا خطابِ جمعہ

حضرات! آج ماہ رجب کی 26 تاریخ ہے۔ رجب کی ستائیسویں شب معراج النبیؐ کا وہ واقعہ پیش آیا جو نہ صرف سیرت کا بلکہ تاریخ انسانی کا بھی ایک عظیم واقعہ ہے۔ واقعہ معراج کے بارے میں اگرچہ علمی اختلافات بھی پائے جاتے ہیں، تاہم اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں یہ واقعہ پیش آیا اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وہ مشاہدات کرائے جن کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ النجم میں آیا ہے اور احادیث میں بھی اس کی تفصیل آئی ہے!

اس واقعہ کے حوالے سے ایک علمی اختلاف یہ ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک معراج ایک مکاشفہ تھا، یہ ایک روحانی سفر تھا، جبکہ اہل علم کی اکثریت کے نزدیک یہ مکاشفہ یا خواب نہیں تھا، بلکہ آپؐ کو جسد مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں معراج نصیب ہوئی۔ یہ اختلافات اِن مختلف روایات کی بنا پر ہے جو واقعۂ معراج کے حوالے سے آئی ہیں۔ والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس حوالے سے اپنے کتابچہ ''معراج النبیؐ'' میں جو بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ معراج کی سعادت آپؐ کو کم از کم دو مرتبہ حاصل ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ یہ واقعہ نبوت کے ابتدائی دور میں پیش آیا۔ یوں سمجھئے، یہ معراج نبوت کے سن دو یا تین میں ہوا یعنی 42 یا 43 سنِ ولادت میں اور یہ معراج ہوا ہے حالتِ نوم میں۔ ایسی روایات اس معراج کے ساتھ جڑیں گی جن کے آخر میں مذکور ہے ''ثُمَّ اسْتَيْقَظْتُ'' یعنی ''پھر میں جاگ گیا''۔ یہ جو تجربہ ہے اس کو نیند میں ایک روحانی تجربے، ایک مکاشفے یا خواب سے تعبیر کیا جائے گا۔ اور جو دوسرا واقعہ ہے، جو انتہائی مشہور و معروف ہے اور جس کو ہم ''معراج'' کے نام سے جانتے ہیں، یہ نبوت کے سن گیارہ کے اواخر یا سن بارہ کے اوائل میں ہوا ہے۔ گویا یہ آنحضور ﷺ کی عمر شریف کا 52 واں سال ہے، یعنی ہجرت سے لگ بھگ دو سال قبل۔ یہ واقعہ درحقیقت ان تجربات کی، جو آنحضور ﷺ کو اُس وقت تک ہوئے تھے، تکمیل ہے اور یہ تجربہ ان تمام تجربات کا نقطۂ عروج ہے۔ اور یہ سفر ہرگز نیند میں نہیں ہوا۔ یہ صرف روحانی تجربہ نہیں ہے، یہ کوئی رؤیا یا خواب نہیں ہے، بلکہ یہ سفر ہے بِجَسَدِہٖ۔ نبی اکرم ﷺ کے پورے جسدِ مبارک کے ساتھ معراج کا یہ پورے کا پورا سفر پیش آیا۔

ایک صاحب نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ یہ معراج جو 11 یا 12 ہجری میں ہوا، اس سے پہلے آپؐ پر جو سال بیتا (یعنی 10 ہجری) اُس میں آپؐ کو پے در پے کئی صدمات جھیلنے پڑے تھے، جس کی بنا پر خود آپؐ نے اُسے عام الحزن (غم کا سال) قرار دیا۔ اس غم کے سال اور سخت ابتلا و آزمائش کے بعد اللہ نے آپؐ کو معراج کی سعادت سے بہرہ ور فرمایا، اور اپنے پاس بلا کر آپؐ پر نوازشات کی بارش کی۔

سفر معراج (جو باقاعدہ جسد مبارک کے ساتھ پیش آیا، اس) کے دو حصے ہیں، ایک حصہ زمینی ہے یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، اور دوسرا حصہ آسمانی ہے یعنی مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک۔ چنانچہ قرآن مجید میں دو مقامات پر اس واقعہ کے ان دو حصوں کو جدا جدا بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں، جو پندرھویں پارے میں بھی پہلی آیت ہے، اس زمینی سفر کا ذکر ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①﴾

''پاک ہے وہ ذات جو لے گئی راتوں رات اپنے بندے کو، شب کے ایک حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ جس کے ماحول (گرد و پیش) کو ہم نے مبارک بنایا۔ تاکہ ہم دکھائیں اسے (ﷺ) اپنی نشانیوں میں سے کچھ نشانیاں۔ یقیناً سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا تو صرف وہ (تبارک وتعالیٰ) ہے۔''

یہاں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ''بندے'' کو لے گیا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ نبیؐ کی دو نسبتیں ہیں۔ ایک نسبت عبدیت ہے اور دوسری نسبتِ رسالت۔ ہم کلمۂ شہادت میں آپؐ کی انہی دو نسبتوں کا اقرار کرتے ہیں۔ واشھد ان محمد عبدہٗ و رسولہٗ۔ آپؐ کی نسبت عبدیت بھی کامل ہے اور نسبت رسالت بھی کامل ہے۔ لیکن یہاں نسبت عبدیت کا ذکر کیا گیا۔ اِس لیے کہ یہ ایک عروجی نسبت ہے۔ اس کا رُخ اللہ کی طرف ہے، جبکہ رسالت کی نسبت نزولی ہے۔ اس کا رُخ بندوں کی طرف ہے۔ یعنی رسول کو حکم ہوتا ہے کہ اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچاؤ اور اپنی منصبی ذمہ داری ادا کرو۔

مسجد اقصیٰ کے معانی ''دور کی مسجد'' ہیں۔ مراد ہے بیت المقدس۔ ''دُور'' اس لیے کہا کہ یہ خانہ کعبہ سے طویل فاصلے پر واقع ہے۔ مسجد اقصیٰ سے آپؐ کے سفر معراج کے آسمانی حصے کا آغاز ہوا۔ اس مسجد کے گرد و نواح کو اللہ نے برکت عطا کی۔ برکت کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ فلسطین کا یہ علاقہ سینکڑوں انبیاء کا مدفن ہے۔ پھر یہ کہ اس علاقے کی زمین بھی بے حد زرخیز ہے۔ اِس علاقے میں زیتون کے باغات ہیں۔

سفر معراج کے دوسرے حصے کا ذکر سورۃ النجم میں آیا ہے، اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بہت سی روایتوں میں بھی! ان آیات اور احادیث پر بعد میں گفتگو ہوگی۔ پہلے یہ بات واضح کردی جائے کہ سفر معراج کی غرض و غایت کیا ہے۔ معراج کے ذریعے آپؐ کو اللہ نے بڑی

بڑی نشانیاں دکھائیں، مشاہدات کرائے۔ یہ مکاشفات اور مشاہدات نبوت کا جزو لاینفک ہیں۔ اللہ تعالیٰ انبیاء ورسل کو غیب کی خبریں بھی دیتا ہے، اور کچھ مشاہدات بھی کراتا ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے تاکہ اُن کا یقین علم الیقین اور عین الیقین سے بڑھ کر حق الیقین کے درجے کو پہنچ جائے۔ کیونکہ انبیاء ورسل کو آسمانی ہدایت کو عام کرنا ہوتا ہے، لوگوں کو ایمان کی دعوت دینا ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کو امورِ غیبی کی اطلاع دینے پر مامور ہوتے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے خود انہیں ان امورِ غیبیہ پر بدرجہ کمال وتمام ایمان حاصل ہو۔ ظاہر ہے، جب تک ان کے اپنے اندر ایمان ویقین کمال کو نہ پہنچا ہو، وہ دوسروں کو ایمان بالغیب منتقل کیسے کریں گے۔ یہ ہے وہ اصل سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ عالمِ ملکوت کے مشاہدات انبیاء ورسل کو کراتا ہے۔ یہ مشاہدات مکاشفات کی شکل میں بھی ہوتے ہیں، رویا کی شکل میں بھی ہوتے ہیں۔ یہ حالت نوم میں بھی ہوتے ہیں اور حالت بیداری میں بھی اور نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں بھی۔ قرآن حکیم میں سابقہ انبیاء ورسل کے مشاہدات کی کئی مثالیں آئی ہیں۔ سورۃ الانعام میں فرمایا گیا:

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝﴾

''اور اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھاتے رہے تاکہ وہ خوب یقین کرنے والوں میں ہو جائیں۔''

یعنی اس کائنات کی خفیہ حکومت کا جو انتظام و انصرام ہے، اس کے جو کارندے ہیں، اس کی جو سِول سروس ہے یعنی ملائکہ، جو لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہیں۔ ملائکہ تو ہر جگہ موجود ہیں، ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ ہیں۔ کِراماً کاتبین موجود ہیں لیکن وہ مخفی ہیں۔ وہ غیب میں ہیں یا ہم ان سے غیب میں ہیں۔ اس عالم کا ابراہیم علیہ السلام کو مشاہدہ کرایا جاتا رہا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی اس خفیہ حکومت، اس غیبی حکومت کے رموز واسرار اور معاملات دکھائے جاتے رہے ہیں ...... اِس کی غرض و غایت کیا تھی؟ یہ کہ وہ (یعنی حضرت ابراہیمؑ) اصحابِ یقین میں سے بن جائیں۔ ایمان تو محض خبر کی بنیاد پر بھی ہوتا ہے، لیکن یقین کا جو بلند ترین درجہ ہے، وہ مشاہدے اور ذاتی تجربے کی بنیاد پر حاصل ہوتا ہے۔ اس بلند ترین درجے کا یقین انبیاء ورُسل کو دینا مقصود ہوتا ہے۔ لہٰذا انہیں یہ مشاہدات وتجربات کرائے جاتے ہیں۔ البتہ جیسے نبوت و رسالت کے سلسلے کی تکمیل نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر ہوئی ہے، اسی طرح ان مشاہدات میں چوٹی کا مشاہدہ اور ذاتی تجربات کے ضمن میں بھی بلند ترین تجربہ وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کو معراج کی صورت میں ہوا۔ آپؐ براق پر بیٹھ کر مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے۔ وہاں آپؐ نے نماز میں تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ آپؐ سید الانبیاء ہیں۔ اور آپؐ کو مسجد اقصیٰ تک لے جانا اس بات کا علامتی اظہار تھا کہ آپؐ کو مسجد حرام کے ساتھ مسجد اقصیٰ کی تولیت بھی حاصل ہوگی۔ اللہ کا دین نہ صرف جزیرہ نما عرب میں بلکہ کل روئے ارضی پر غالب ہوگا۔

اب آیئے، معراج کے پورے واقعہ کو ایک حدیث کی روشنی میں سمجھیں۔ اس حدیث کو امام بخاری اپنی صحیح بخاری میں ''عن قتادہ عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعۃ'' کی اسناد سے روایت کرتے ہیں۔ مسلم شریف میں یہ روایت حضرت انس بن مالک سے براہِ راست بھی مروی ہے۔ ہم اس روایت کا لفظ بہ لفظ مطالعہ کرتے ہیں۔ اس سے ان شاء اللہ العزیز اس ضمن میں بہت سے اشکالات دور ہو جائیں گے۔ حدیث یہ ہے:

پریس ریلیز **حافظ عاکف سعید**

آئی ایس آئی نے پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات میں غیر ملکی ایجنسیوں کے ملوث ہونے کی تصدیق کر کے تنظیم اسلامی کے مؤقف کی تائید کر دی ہے

آئی ایس آئی نے پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات میں غیر ملکی ایجنسیوں کے ملوث ہونے کی تصدیق کر کے تنظیم اسلامی کے مؤقف کی تائید کر دی ہے۔ لہٰذا تمام مسالک کے علماء کو باہم دست وگریباں ہونے کی بجائے متحد ہو کر اس غیر ملکی سازش کو ناکام بنانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے جامع مسجد قرآن اکیڈمی میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کہی۔ علاوہ ازیں انہوں نے نکاح فارم میں بعض نئی شقوں کی شمولیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان شقوں کے شرعی وغیر شرعی ہونے کا سوال اس لیے غیر متعلق ہے کہ ہمارے عائلی قوانین پہلے ہی غیر اسلامی ہیں۔ ہمیں اصل تشویش ان قوانین کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کے بارے میں ہونی چاہیے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام ملکی قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالا جائے اور ان قوانین کے حوالے سے انتظامی نوعیت کے معاملات طے کرتے وقت بھی تمام مکاتب فکر کے مستند علماء سے رائے لی جانی چاہیے۔ (پریس ریلیز: 09/جولائی 2010ء)

بھارت کی جانب سے پرامن کشمیری مظاہرین کی گرفتاری اور اُن پر ظالمانہ تشدد بدترین ریاستی دہشت گردی ہے

اِن مظالم پر حکومت پاکستان کی خاموشی نہایت افسوسناک ہے

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کہا ہے کہ بھارت نے جو 65 سال سے کشمیر میں ناجائز قبضہ جمائے ہوئے ہے، گزشتہ چند دنوں میں کشمیری عوام پر مظالم کی انتہا کر دی ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے عوام کئی روز سے کرفیو کی زد میں ہیں۔ جس کے نتیجے میں نظام زندگی معطل ہو کر رہ گیا ہے، اور عوام کو بنیادی ضروریات زندگی بھی میسر نہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کی جانب سے پرامن مظاہرین کی گرفتاری اور اُن پر ظالمانہ تشدد بدترین ریاستی دہشت گردی ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ عالمی سطح پر اِن مظالم کی خبروں کو اجاگر کرنے والے مقامی اور غیر مقامی صحافیوں کو اپنے پیشہ ورانہ فرائض کی بجا آوری سے روکنا، جس کے نتیجے میں کئی دنوں سے کشمیر میں اخبارات شائع نہ ہو سکے، آزادی صحافت کا گلا گھونٹنے کے مترادف ہے۔ اِن مظالم پر حکومت پاکستان کی خاموشی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اُنہوں نے حکمرانوں سے مطالبہ کیا کہ کشمیری عوام پر بھارتی مظالم پر بھرپور احتجاج کرے اور اس دیرینہ مسئلہ کو عالمی فورم پر موثر انداز میں اُٹھائے۔ انہوں نے کہا کہ ان حالات میں جبکہ مسلمانانِ کشمیر پر ظلم و جبر اور ناانصافی کی سیاہ رات مسلط ہے، انڈیا کو پسندیدہ ملک قرار دینے اور اُس سے مذاکرات میں مسئلہ کشمیر اور پانی کو اولیت نہ دینے کی باتیں ناقابل فہم ہیں۔ (پریس ریلیز: 10/جولائی 2010ء)

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

''عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ''

''حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خود ہمیں وہ حالات وواقعات سنائے جو اس رات پیش آئے، جس رات کو آپؐ کو لے جایا گیا'' (یعنی واقعۂ معراج بیان فرمایا)۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ — وَرُبَّمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ — مُضْطَجِعًا — اِذْ اَتَانِيْ آتٍ))

''اس اثنا میں کہ میں حطیم میں تھا۔ یا شاید حِجر کا لفظ ارشاد فرمایا۔ (حِجر بھی حطیم کے ایک حصے کو کہتے ہیں) کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا آیا''

یہ آنے والے کون ہیں؟ یہ حضرت جبرائیلؑ ہیں۔ یہ آگے واضح ہو جائے گا۔

((فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ [مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ] فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ))

''اس نے یہاں سے وہاں تک میرا سینہ چاک کیا (یعنی حلق کے گڑھے سے لے کر ناف تک)۔ پھر میرا دل نکالا''

((ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءَةٍ اِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ اُعِيْدَ))

''پھر ایک سنہری طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا، پھر اس سے میرا دل دھویا گیا، پھر وہیں رکھ دیا گیا''

((ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ [فَقَالَ لَهُ الْجَارُوْدُ هُوَ الْبُرَاقُ يَا اَبَا حَمْزَةَ؟ قَالَ اَنَسٌ نَعَمْ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ]))

''پھر میرے پاس ایک چوپایہ لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا، وہ بالکل سفید تھا۔ (جارود نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ وہ براق تھا؟ تو انسؓ نے کہا، ہاں (وہ براق تھا) اس کا ہر قدم، اس کی حدِ نگاہ تک پڑتا تھا)''

((فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ))

''پھر مجھے اس پر سوار کیا گیا''

((فَانْطَلَقَ بِيْ جِبْرِيْلُ))

''پھر جبرائیلؑ میرے ساتھ چلے''

اب یہاں نام کے ساتھ صراحت ہو گئی کہ آنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔

((حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا))

''یہاں تک کہ وہ آسمانِ دنیا تک پہنچ گئے'' (یعنی یہ پہلا آسمان جو ہمیں نظر آتا ہے۔)

اس روایت میں معراج کے زمینی حصہ کا ذکر نہیں ہوا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیات اور دوسری روایات جوڑ کر اس خلاء کو پر کیا جاتا ہے۔ آپؐ کے سفرِ معراج کا پہلا حصہ زمینی سفر پر مشتمل ہے۔ یعنی پہلے آپؐ مسجدِ اقصیٰ تک پہنچے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں نے اپنی سواری براق کو اس جگہ باندھا جہاں انبیاء اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ مسجد میں بہت سے لوگ نماز کے لیے جمع تھے۔ میں منتظر تھا کہ کون امامت کرائے گا کہ حضرت جبرائیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کیا۔ میں نے نماز پڑھائی اور پھر حضرت جبرائیلؑ نے مجھے بتایا کہ آپؐ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والے وہ تمام انبیاء ہیں جو دنیا میں مبعوث ہوئے اور آج آپؐ نے ان سب کی امامت کی۔'' یہ علامت ہے نبی اکرم ﷺ کے سید الانبیاء والمرسلین ہونے کی۔ پھر یہاں سے آسمانی سفر کا آغاز ہوا۔

اب پھر اسی روایت کا سلسلہ جوڑتے ہیں جو بیان ہو رہی تھی۔ حضورؐ حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ پہلے آسمان پر پہنچے تو حضرت جبرائیلؑ نے دستک دی۔ ((فَاسْتَفْتَحَ)) ''پس انہوں نے دروازہ کھلوانا چاہا'' ((فَقِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ)) ''پس پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیلؑ''۔ ((قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟)) ''پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟'' یہاں یہ بات ذہن میں رکھیے گا کہ اس امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ آسمانِ اول کے دروازے پر تعینات فرشتوں کو معلوم ہو، پھر بھی پوچھ رہے ہوں۔ قانون قانون ہے، لہٰذا دروازے پر دستک دینی ہوگی اور شناخت کرانی ہوگی۔ کوئی جج اپنے علم کی بنیاد پر کبھی فیصلہ نہیں دے گا۔ فیصلہ تو مقدمے کی سماعت اور شہادتوں کی بنیاد پر ہی ہوگا۔ کسی جج کو کسی واقعے کا ذاتی علم ہے تو بھی اسے مقدمہ کسی عدالت کو منتقل کرنا ہوگا اور وہاں گواہ کی حیثیت سے پیش ہونا ہوگا۔ پس قانون قانون ہے۔ ''پوچھا گیا ساتھ کون ہے؟'' ((قَالَ: مُحَمَّدٌ)) ''حضرت جبرائیلؑ نے جواب دیا: محمد (ﷺ)'' ((قِيْلَ: وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ)) ''پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں''۔ ((قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهٖ، فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ، فَفَتَحَ)) ''(اس کے بعد) کہا گیا: مرحبا ہے ان کے لیے (تہنیت ہے، مبارک بات ہے، خوش آمدید ہے) کیا ہی اچھے ہیں جو لائے گئے ہیں۔ پھر سماءِ دنیا کا دروازہ کھولا گیا''۔ ((فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا آدَمُ)) ''پھر جب میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا وہاں آدمؑ تشریف فرما ہیں''۔ ((فَقَالَ: هٰذَا اَبُوْكَ آدَمُ، فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ)) ''جبرائیلؑ نے کہا: یہ آپؐ کے جدِّ امجد حضرت آدمؑ ہیں، پس آپؐ ان کو سلام کیجیے، تو میں نے ان کو سلام کیا۔'' ((فَرَدَّ السَّلَامَ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ)) ''انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: خوش آمدید ہے، (تہنیت ہے) صالح بیٹے اور صالح نبی کے لیے''۔ ((ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ)) ''پھر جبرائیلؑ مجھے لے کر اور اوپر گئے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچ گئے''۔ یہاں بھی وہی سوال وجواب ہوئے۔

((فَاسْتَفْتَحَ، قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ جِبْرِيْلُ، قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ (ﷺ) قِيْلَ: وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ، فَفَتَحَ))

اس ساری عبارت کا ترجمہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔

((فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ، قَالَ: هٰذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى، فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا، فَسَلَّمْتُ، فَرَدَّا، ثُمَّ قَالَا: مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ))

''پھر جب میں (دوسرے آسمان میں) داخل ہوا تو وہاں یحییٰؑ اور عیسیٰؑ تھے اور یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا: یہ یحییٰؑ اور عیسیٰؑ ہیں، ان کو سلام کیجیے، تو میں نے سلام کیا۔ پھر انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا: خوش آمدید، مرحبا صالح بھائی اور صالح نبی کو''

یہاں غور کیجیے کہ حضرت آدمؑ نے حضور ﷺ کا استقبال ''بیٹا'' کہہ کر کیا جبکہ حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے ''بھائی'' کہہ کر خیر مقدم کیا۔ یہ اس لیے کہ حضرت آدمؑ تو کل بنی نوع انسان کے جدِّ امجد ہیں، جبکہ حضرت یحییٰؑ و عیسیٰ علیہما السلام بنی اسرائیل میں سے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ چنانچہ وہ بیٹا کہنے کی بجائے ''بھائی'' کہتے ہیں۔ اسی طرح آگے حضرات یوسفؑ، موسیٰؑ، اور ہارونؑ آپؐ کو بھائی کہیں گے اور آگے حضرت ابراہیمؑ بیٹا کہیں گے، کیونکہ آنحضور ﷺ ان کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

(جاری ہے)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ: استقامت کی قابلِ تقلید مثال

تاثرات: احمد جاوید
ڈپٹی ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی لاہور
مرتب: عثمان فاروق

بانئ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی وفات کے بعد جناب احمد جاوید ڈپٹی ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی لاہور نے اپنی ہفتہ وار مجلس میں ڈاکٹر صاحب کی روشن زندگی کی بابت اظہارِ خیال فرمایا۔ ذیل میں اُن کے خیالات کو شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

دو دن سے مجھے بڑا شدید صدمہ ہے، آپ کو بھی ہوگا۔ مجھے تو اپنی حد تک اندازہ نہیں تھا کہ ڈاکٹر اسرار احمد سے مجھے جتنی محبت معلوم تھی، وہ اس سے بھی زیادہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

ڈاکٹر اسرار احمد ہماری دنیا میں چندان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اپنا ایک ایک لمحہ اللہ کی طرف یکسوئی میں بسر کیا۔ اب ایسے لوگ بہت کم رہ گئے ہیں جن کے بارے میں کہا جا سکے کہ ان کا ایک لمحہ بھی غفلت میں نہیں گزرتا ہوگا اور ان کی زندگی کی ایک ایک گھڑی اللہ کے راستے پر استقامت سے چلنے یا چلنے کا منصوبہ بنانے میں گزرتی ہوگی۔ ڈاکٹر صاحب کے حوالے سے میں اس بات کی گواہی دے سکتا ہوں کہ انہیں دیکھ کر استقامت اور اللہ کی طرف یکسوئی کا خیال آتا تھا۔ اللہ کے دین کے لیے ایسی محنت اب شاید ہم نہ دیکھ سکیں۔ ان کو کئی برسوں سے ایسے جسمانی عوارض لاحق تھے جن میں سے ہر ایک تکلیف ان کے کاموں میں ایک مقبول عذر بن سکتی تھی، لیکن انہوں نے اپنی کسی بھی تکلیف کو اپنے کسی کام میں رکاوٹ نہیں بننے دیا اور اپنی زندگی کے آخری دن تک جس کام پر وہ لگے ہوئے تھے اُسے اپنی بہترین قوتوں کے ساتھ انجام دیا۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس دین کی اصل اخلاص ہے اور اخلاص کا ثبوت استقامت سے ہے۔ ظاہر ہے ہم اخلاص نیت تک تو نہیں پہنچ سکتے۔ (کیونکہ دلوں کا حال تو صرف اللہ کو معلوم ہے) البتہ استقامت نظر آنے والی چیز ہے اور استقامت سے بڑا اخلاص پر کوئی اور گواہ نہیں۔ ڈاکٹر صاحب اور استقامت ہم معنی الفاظ تھے۔

ڈاکٹر صاحب اس نسل کے گنے چنے آدمیوں میں سے تھے جو ہماری اجتماعی زندگی، ہمارے بین الاقوامی وجود کی ایک خاص تعبیر دین کے ساتھ حفاظت میں مخلصانہ، انتھک جدوجہد کرتے ہوئے اللہ کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ ایسے لوگوں کو دیکھنے سے، ایسے لوگوں کے قریب ہو کر واقفیت حاصل کرنے سے، ہمارے دین کی ایک بہت قیمتی معرفت حاصل ہوتی ہے اور سچی بات ہے کہ میں اگر اپنی نوجوانی میں ڈاکٹر صاحب سے اور ان جیسی ایک دو اور شخصیتوں سے نہ ملا ہوتا تو دین کا یہ مزاج کتابوں سے معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ اخلاق و کردار میں اگر آدمی پختہ اور کامل ہو تو اس کے تصورِ دین میں ہونے والے کسی بھی اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں۔ ہمارے دین میں وجود کی اہمیت شعور سے زیادہ ہے۔ جس آدمی نے اپنا وجود دین کو سونپ دیا ہو، اس کے شعور کے بعض فیصلوں اور حصوں سے اگر ہمیں اختلاف بھی ہو تو بھی اس کے وجودی ایثار کو دیکھتے ہوئے شعور کی ان کوتاہیوں کا ذکر نہیں کیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو سر سے پاؤں تک اپنے دین کے سپرد کر دیا۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ ایک ایسی دنیا میں جو چھوٹے آدمیوں، چھوٹی ہمتوں اور چھوٹی شخصیتوں کی آماجگاہ بن چکی ہے، ایسے آدمیوں کی قدر نہ کرنا اپنے آپ کو ایمانی خطرات میں ڈالنا ہے۔ ایسے آدمیوں کی قدر کرنا تعلق باللہ کی سب سے بڑی قوتوں میں سے ایک ہے۔

یہی تو وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا سارا تعلق، جن کی رشتہ داریاں، جن کی دوستیاں اللہ کے ساتھ تعلق سے مشروط ہوتی ہیں۔ کوئی شخص ان کے دائرۂ تعلق میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ ان کے تعلق کو اپنے آپ پر واجب نہ کر دے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے علاوہ ایسا آدمی میں نے ان برسوں میں نہیں دیکھا، جس کی دوستی، جس کی رشتہ داری، جس کا تمام نظامِ تعلق اللہ کے تعلق کے تابع ہے۔ یہ کہہ دینا بہت آسان ہے لیکن اسے نبھانا بہت مشکل کام ہے۔ وہ ایسے آدمی تھے جن کے سامنے بیٹھ کر یہ یقین ہو جاتا تھا کہ اگر میں ''الحب فی اللہ'' کی شرط پر پورا نہ اترا تو یہ اگلی مرتبہ میری صورت بھی دیکھنا گوارا نہیں کریں گے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ اور اتنی بڑی بات کی موجودگی میں ان کی تعبیرات، ان کے افکار کے بعض حصوں یا کلیات میں بھی کسی کو اختلاف ہو تو اس کی کوئی زیادہ حیثیت نہیں رہ جاتی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ان لوگوں سے بہت پہلے جنت میں جائیں گے جنہوں نے کیا کرایا کچھ نہیں، بس فکر ہی صحیح کرتے رہے۔ تو ایسے حضرات کا ہم پر حق ہے کہ ان کی بلندیٔ درجات، ان کی مغفرت کی دعاؤں کو کچھ عرصہ تک تو بہر حال اپنا معمول بنائیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا براہِ راست احسان اگر محسوس نہ بھی ہو تو بالواسطہ طور پر ہم ان کے احسان مند ضرور ہوتے ہیں۔ میں تو خیر براہِ راست بھی اُن کا احسان مند ہوں لیکن ویسے کہہ رہا ہوں، بالواسطہ طور پر بھی ایسی شخصیتوں کا احسان اپنے معاشرے کی پوری ہیئت پر ہوتا ہے۔ اللہ کی کتاب کو انہوں نے جس طرح پھیلایا، جس طرح اس کے درس دیئے، درس کی ایک باقاعدہ روایت ڈالی، وہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔ پاکستان میں ہزاروں لاکھوں لوگ ایسے ہوں گے جن کا قرآن سے تعلق ڈاکٹر اسرار احمد کے درس کی وجہ سے ہوا ہوگا، اور قرآن سے تعلق کوئی معمولی بات نہیں۔ قرآن سے تعلق ہی تو اللہ سے تعلق کی بنیاد ہے۔ اس کے علاوہ اللہ سے تعلق کی کوئی دوسری بنیاد ہے ہی نہیں۔ ہمارا سب سے بڑا محسن وہی ہوتا ہے جو ہمارے دل میں اللہ سے تعلق پیدا کر دے اور اللہ سے تعلق کی بنیاد قرآن حکیم سے تعلق ہے۔ اس بنیاد کی عدم موجودگی میں اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ سے میرا تعلق ہے لیکن قرآن پڑھے ہوئے مجھے تین مہینے ہو گئے ہیں، تو اُس کا تعلق باللہ کا دعویٰ محض دعویٰ ہوگا وہ ہرگز مسموع نہیں ہوگا۔

نائن الیون اور "دہشت گردی" کے خلاف جنگ

ہر مجدون کی طرف پیش قدمی

''واشنگٹن میں براجمان بچگانہ سوچ رکھنے والی مخلوق نیوکلیائی جنگ کی چنگاری کو مشتعل کرنے کے درپے ہے۔ عالمی بالادستی کے لیے امریکہ کی دیوانگی پر مبنی سعی وجہد روئے زمین پر زندگی کے لیے ایک بڑا خطرہ بنی ہوئی ہے''

[گزشتہ سے پیوستہ]

نائن الیون کے متعلق یہ خیال کہ یہ مسلم دہشت گردوں کا کام ہے اِس کا واحد ''ثبوت'' شیخ محمد کا وہ اعتراف جرم ہے جو اذیتیں دے کر اس سے کرایا گیا۔

خالد شیخ محمد سے منسوب ''کرشموں'' کا اگر کوئی یقین کرتا ہے تو کرے۔ لیکن وہ کسی طور بھی قابل یقین نہیں ہوسکتے۔ کیا شیخ محمد کسی خیالی مووی کا سپر ہیرو ہے جس نے امریکہ کی تمام 16 انٹیلی جنس ایجنسیوں کو ان کے پٹھو اتحادی ساتھیوں (بشمول اسرائیلی موساد) سمیت زیر کرلیا۔ اگر ایسا ہے پھر تو یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ روئے زمین پر کوئی انٹیلی جنس ایجنسی یا تمام ایجنسیاں اکٹھی ہوکر بھی شیخ محمد کا مقابلہ نہ کرسکتی تھیں۔ تب ہی تو شیخ محمد نے یو ایس نیشنل سیکیورٹی کونسل، ڈک چینی، پینٹاگون، سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ، نارتھ امریکن ائیر ڈیفنس کمانڈ (NORAD)، امریکی ائیر فورس اور ائیر ٹریفک کنٹرول سب کو زیر کرلیا۔ اس نے ائیر فورس سیکیورٹی کو صرف ایک ہی صبح چار دفعہ ناکام بنایا۔ اس نے پنٹاگون کے اعلیٰ ترین نظام یعنی سٹیٹ آف دی آرٹ ڈیفنس سسٹم کو بھی ناکام بنادیا، جس کی وجہ سے ایک اغوا شدہ جہاز پنٹاگون سے جاٹکرانے میں کامیاب ہوا، اس حال میں کہ تاریخ میں پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ امریکی ائیر فورس اپنے انٹرسیپٹر جہازوں کو حرکت میں نہ لاسکی۔ یہ سب کچھ تو unqualified ناقابل یقین ہے۔ حیرت ہے کہ شیخ محمد پائلٹوں کی مدد سے یہ کرشمے دکھانے کے قابل ہوا۔ یہ بات بھی حیران کن ہے کہ شیخ محمد واٹر بورڈ قیدی ہونے کے باوجود ایف بی آئی کو ان کے زیر قبضہ ویڈیوز کو ریلیز کرنے سے منع کرتا ہے، جو سرکاری کہانی کے مطابق ہائی جیک کردہ طیارے کے پینٹاگون سے ٹکرانے کا منظر دکھاتی ہیں۔ یہ تو نادانی کی انتہا ہوگی اگر کوئی یہ خیال کرے کہ کوئی انسان یا کوئی ہالی وڈ کا خیالی کردار بھی اتنی طاقت اور استعداد کا حامل ہوسکتا ہے جو یہ کرشمے دکھائے۔ اگر تو شیخ محمد ان مافوق الفطرت صلاحیتوں کا مالک ہے تو پھر یہ نکتے امریکی اس کو پکڑنے میں کیسے کامیاب ہوگئے؟ وہ بے چارا تو دراصل قربانی کا بکرا ہے اور اذیتیں دے دے کر اس سے اقرار جرم اس لیے کروایا گیا ہے، تاکہ سادہ لوح امریکی عوام اسی طرح حکومت کے سازشی کرتوتوں پر یقین کیے رکھیں۔ حکومتی ایوانوں میں جو کچھ ہورہا ہے اُس سے عیاں ہے کہ امریکی حکومت نائن الیون کے راز کو انجام تک پہنچا کر ختم کرنا چاہتی ہے۔ اس کے لیے اسے ضرورت ہے کہ کسی ملزم کے خلاف مقدمہ چلا کر اسے مجرم ثابت کرے، تاکہ کسی قسم کی ''دھاکہ خیزی'' سے پہلے پہلے اس کیس کو بند کیا جاسکے۔ شیخ محمد ہی نہیں کوئی بھی ہو، اگر اس کی 183 دفعہ ''واٹر بورڈنگ'' کی جائے تو وہ کسی بھی جرم کا اقرار کرلے گا۔

> **ماہرین تعمیرات کی اس رائے پر توجہ دی جائے کہ نائن الیون دراصل حکومت کا وہ نیو کنزرویٹو پلان ہے جو دُنیا پر امریکی بالادستی قائم کرنے کے لیے شروع کیا گیا**

امریکی حکومت کو احساس ہوچکا ہے کہ اس کی نائن الیون سازشی تھیوری کے خلاف ثبوتوں کے انبار لگ رہے ہیں۔ لہٰذا اب وہ ''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ کو ایک نیا روپ دینے کی کوشش کررہی ہے، یعنی اب اُسے بیرونی کی بجائے اندرونی دشمنوں کی طرف موڑ دیا جائے۔ داخلی سیکیورٹی سیکرٹری جانٹ نیپو لیٹانو نے 21 فروری کو اعلان کیا کہ امریکی انتہا پسند اب اتنے ہی باعث تشویش ہیں جتنے کہ بیرونی دہشت گرد۔ یقیناً حکمرانوں کی نظر میں انتہا پسند ایسے ہی لوگ ہوسکتے ہیں جو امریکی ایجنڈے کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کرتے ہیں، جیسے کہ انجینئرز اور آرکیٹیکٹس کا ایک ہزار افراد پر مشتمل "9/11 Truth" کا گروپ ہے۔ ان لوگوں کی تعداد پہلے 100 تھی، اب ایک ہزار ہے اور اُس وقت کیا ہوگا جب یہ تعداد 10 ہزار تک پہنچ جائے گی؟ اوباما انتظامیہ کا ایک اہلکار کاس سنٹین ایک تجویز دیتا ہے کہ نائن الیون کے متعلق شک کرنے والوں کا علاج یہ ہے کہ انھیں ایسے بیانات اور عملیات پر اُبھارا جائے جو ان کو بے اعتبار کرنے یا گرفتار کروانے کے لیے عذر بن سکیں، لیکن بہر صورت ایسے لوگوں سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہے۔

حکومت ایسے لوگوں سے کیوں پریشان ہے؟ جبکہ اس کے خیال میں ان کی باتوں کی کوئی حیثیت نہیں، وہ ہنسی مذاق ہی ہیں۔ حکومت کو اصل پریشانی یہ ہے کہ وہ لوگ کچھ کرنے والے ہیں۔ حکومت ایسا کیوں نہیں کرتی کہ وہ ان ثبوتوں کا جواب دے جو اُس کے سازشی منصوبے کے توڑ کے لیے پیش کیے گئے تھے؟ اگر یہ آرکیٹیکٹس، انجینئرز، فائر فائٹرز اور سائنسدان نرے بے وقوف ہیں، تو پھر تو معاملہ اور بھی آسان ہوجاتا ہے۔ بے وقوفوں کے پیش کردہ دلائل کو دلیل سے رد کردیجیے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ان میں پولیس کے کارندوں کے ذریعے نفوذ کرکے ان کو خاموش کرنے کی کوشش کی جائے۔

بہت سے امریکیوں کا جواب یہ ہوگا کہ ''اُن'' کی حکومت اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے جہازوں کو اغوا کرا کے امریکیوں کو مروانے اور عمارتوں کو تباہ کرنے کا کبھی سوچ بھی نہیں سکتی۔ لیکن 3 فروری کو نیشنل انٹیلی جنس ڈائریکٹر ڈیفنس بلیئر نے ہاؤس انٹیلی جنس

کمیٹی کو بتایا کہ امریکی حکومت مخصوص مفادات کے لیے اپنے شہریوں کو قتل کر سکتی ہے جب وہ ملک سے باہر ہوں۔ کسی فوجداری جرم کے سلسلہ میں کسی قسم کی گرفتاری، مقدمہ چلانے اور سزا دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خطرہ بننے والے شہریوں کا بس ایک ہی توڑ ہے، قتل صرف قتل۔

امریکہ ’’دہشت گردی‘‘ کے خلاف جنگ کو بہانہ بنا کر وسط ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں میں اپنے اڈے قائم کرنا چاہتا ہے

ظاہر ہے اگر امریکی حکومت اپنے شہریوں کو بیرون ملک قتل کر سکتی ہے تو وہ اندرون ملک ایسا کیوں نہیں کر سکتی اور اُس نے عملاً ایسا کیا بھی ہے۔ مثلاً 100 برانچ ڈیویڈینز کو (Branch Davidians) کو ٹیکساس میں کلنٹن انتظامیہ نے کسی جائز عذر کے بغیر قتل کر دیا۔ بس حکومت نے فیصلہ کر دیا کہ اپنی طاقت کو استعمال کرے، یہ جانتے ہوئے کہ وہ ایسا کر سکتی ہے تو اس نے کر ہی لیا۔ جو امریکی اس غلط فہمی میں ہیں کہ ’’اُن‘‘ کی حکومت اخلاقیات کا کچھ پاس رکھتی ہے، اُنہیں چاہیے کہ آپریشن نارتھ ووڈز (Operartion Northwoods) پر نگاہ ڈالیں۔ آپریشن نارتھ ووڈز ایک سازش تھی جو یو ایس جائنٹ چیف آف سٹاف نے CIA کے لیے تیار کروائی تھی کہ وہ امریکی شہروں میں دہشت گردی کرے اور جھوٹے ثبوت فیڈرل کاسترو کے خلاف گھڑ لے، تاکہ کیوبا میں حکومت کو تبدیل کرنے کے لیے امریکہ کو اندرونی اور بیرونی حمایت حاصل کرنے کی راہ ہموار ہو جائے۔ اس خفیہ پلان کو صدر جان ایف کینیڈی نے ’’NO‘‘ کر کے رد کر دیا تھا۔ چنانچہ کینیڈی کو قتل کر دیا گیا، اور کینیڈی قتل کا ریکارڈ ریویو بورڈ نے ’’کلاسیفائیڈ‘‘ کر کے سنبھال لیا۔ اسے ’’آن لائن‘‘ نیشنل سیکیورٹی آرکائیوز میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد ’’آن لائن‘‘ تفصیلات موجود ہیں بشمول Wikipedia کے۔ مزید برآں جیمز بمفورڈ کی کتاب ’’باڈی آف سیکرٹس‘‘ (Body of Secrets) بھی اس پلاٹ کی سری دیتی ہے۔ آپریشن نارتھ ووڈز کی منظوری چیئرمین جنرل لیمنیٹر اور جائنٹ چیفس آف سٹاف کے ہر ممبر نے دستخط کر کے دی تھی۔ اس آپریشن کا منصوبہ اس متشدد دہشت گردی کو روا رکھنے کے لیے بنایا گیا تھا جو واشنگٹن ڈی سی، میامی اور دیگر مقامات پر شروع ہونے والی تھی۔ اس کی رو سے امریکی گلی کوچوں میں معصوم لوگوں کو گولی مارنے کی اجازت دی گئی تھی۔ نیز ان کشتیوں کو عین سمندر میں ڈبونے کی اجازت بھی دی گئی تھی جن میں کیوبا سے جان بچا کر بھاگنے والے مہاجرین نکل آنے تھے۔ لوگوں کو اس بمباری میں ملوث کرنا جو انھوں نے کبھی نہیں کی تھی، جہازوں کو اغوا کرانے کے لیے جھوٹے ثبوت فراہم کرنا اور پھر ان تمام چیزوں کا الزام فیڈرل کاسترو پر لگانا، اس سازش کا حصہ تھا۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ جنگ شروع کرنے کے لئے جنرل لیمنٹر اور اس کے خفیہ سازشی ٹولے کو بہانہ اور عوام اور بین الاقوامی برادری کی حمایت درکار تھی۔‘‘

یہ بات امریکی عوام اور بقیہ دُنیا کے مفاد میں ہے کہ ماہرین تعمیرات کی اس رائے پر توجہ دی جائے کہ نائن الیون دراصل حکومت کا وہ نیو کنزرویٹو پلان ہے جو دُنیا پر امریکی بالادستی قائم کرنے کے لیے شروع کیا گیا۔

آج جب میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں، تو امریکی اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ جن ملکوں کی سرحدیں روس سے لگتی ہیں ان کے ساتھ ایسے معاہدے کریں جن کی رو سے وہ اپنی سرزمین پر یو ایس میزائیل انٹرسیپٹر کے لیے اڈوں کی اجازت دیں۔ امریکہ چاہتا ہے کہ وہ روس کے خلاف میزائلوں کے اڈوں کا ایک جال پھیلائے جو پولینڈ سے لے کر وسطی یورپ سے ہوتے ہوئے کوسوو، جارجیا، آذربائیجان اور وسطی ایشیا تک پہنچ جائے۔ امریکی نمائندہ ہالبروک نے 20 فروری کو اعلان کیا کہ القاعدہ سوویت یونین کی سابقہ مسلم ریاستوں تاجکستان، کرغیزستان، ازبکستان، ترکمانستان اور قزاقستان میں نفوذ کر رہی ہے۔ ہالبروک ’’دہشت گردی‘‘ کے خلاف وسعت پذیری اختیار کرنے والی جنگ کو بہانہ بنا کر ان سابقہ سوویت اور نو آزاد مسلم ریاستوں میں امریکی اڈے قائم کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ نے ایران کو پہلے ہی فوجی اڈوں کے ذریعے گھیر رکھا ہے۔ امریکی حکومت کا ارادہ یہ ہے کہ وہ مشرق وسطیٰ کا کنٹرول حاصل کرے اور اس طرح چین کو لگام دینے کے لیے اسے تیل کے خطے مشرق وسطیٰ سے کاٹ ڈالے۔ اس پلان سے مدعا یہ ہے کہ دونوں نیوکلیئر ممالک روس اور چین کو امریکی اینٹی میزائل دفاعی اقدامات کے ذریعے خوف زدہ کر کے انھیں امریکی ریاستی بالادستی کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے، اور چین اپنی صنعتی اور دفاعی ضروریات کے لیے تیل حاصل نہ کر سکے۔

امریکی حکومت کو مغالطہ لاحق ہے کہ وہ ان عزائم کو عملی جامہ پہنا سکتی ہے۔ اس لیے کہ روسی عسکری اور سیاسی رہنماؤں نے اس کھلے خطرے کو بھانپ لیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے نیٹو کو اپنی سلامتی کے لیے ایک براہ راست خطرہ قرار دے کر اپنے جنگی ڈاکٹرین میں تبدیلی کا اعلان کیا ہے، اور وہ ہے launch Pre emtive of Nuclear Weapon یعنی ’’خود حفاظتی کی خاطر حفظ ماتقدم کے طور پر نیوکلیائی ہتھیاروں کا استعمال‘‘۔ دوسری طرف چین بھی پوری طرح خود اعتمادی سے سرشار ہو کر کہہ رہا ہے کہ ایک برائے نام از کار رفتہ ’’امریکی سپر پاور‘‘ اسے للکار کر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

واشنگٹن میں براجمان بچگانہ سوچ رکھنے والی یہ مخلوق نیوکلیائی جنگ کی چنگاری کو مشتعل کرنے کے درپے ہے۔ امریکی ریاستی بالادستی کے لیے دیوانگی پر مبنی یہ سعی وجہ اس روئے زمین پر زندگی کے لیے ایک بڑا خطرہ بنی ہوئی ہے۔ افسوس کہ امریکی عوام ’’اپنی‘‘ حکومت کی کذب بیانیوں اور فریب کاریوں کو قبول کر کے اس خطرہ کے وقوع کے لیے سازگار حالات پیدا کرنے کے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

ضرورت رشتہ

☆ گوجرانوالہ میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی عمر 26 سال، تعلیم ایم اے انگلش کے لیے دینی مزاج کے حامل پڑھے لکھے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-6466313

☆ شاد باغ لاہور میں مقیم تنظیم اسلامی سے وابستہ شیخ فیملی کو اپنے بیٹے عمر 27 سال، تعلیم ایم ایس سی، برسر روزگار کے لیے دینی گھرانے (ترجیحاً تنظیم اسلامی سے وابستہ) لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0344-4294304

لگتا ہے عافیہ صدیقی کی مدد کرنے کا بہترین طریقہ بھی ہمیں عافیہ ہی سکھائے گی

عافیہ...... جسے میں نے دیکھا

دہشت گردی کے گھناؤنے الزام کے تحت امریکہ میں قید ابوالسبایا کی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے بارے میں دل دہلا دینے والی تحریر، جو ہماری عظیم بہن کی اسلام سے وابستگی، امریکی نظامِ انصاف کے کھوکھلے پن اور ملت اسلامیہ کی بے حسی کو آشکارا کرتی ہے

رسول اللہ کے زمانے میں اسلام قبول کرنے والے لوگ دو طرح کے ہوتے تھے: ایک وہ جو مسلمان ہونے کے باوجود اپنے علاقوں میں اپنے ہی لوگوں میں بستے رہتے اور دین کے بنیادی ارکان پر عمل پیرا رہتے۔ دوسرے وہ جو ہجرت کرتے اور رسول اللہ ﷺ کی مہمات اور جدوجہد کا حصہ بنتے۔ احادیث سے پتا چلتا ہے کہ آپ کا رویہ اور معاملہ دونوں گروہوں سے الگ الگ تھا۔ مثال کے طور پر امام مسلم اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی فوجی یونٹ کے کمانڈر کا تقرر کرتے تو اسے دشمن کے جو لوگ مسلمان ہو جائیں ان کے بارے میں بھی ہدایات کرتے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے: اِنہیں اپنے علاقے چھوڑ کر مہاجرین کی سرزمین کی طرف ہجرت کی دعوت دینا، اِنہیں بتانا کہ اگر وہ ایسا کریں تو ان کے وہی حقوق اور فرائض ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں، تو اِنہیں بتانا کہ ان کی حیثیت اعرابیوں (بدوؤں) کی ہوگی، اور ان پر باقی مؤمنوں کی طرح اللہ کا قانون نافذ کیا جائے گا۔ یہ تفریق صرف اس بنا پر تھی کہ ایک گروہ نے اپنے کاندھوں پر کچھ ذمہ داریاں اٹھا لی تھیں، جب کہ دوسرے فریق نے کم عملی کی وجہ سے اپنے آپ کو ایک بہت انفرادی، علاقائی اور بے ضرر مذہب تک محدود کر لیا تھا۔ خلاصہ کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ نے اس وقت کے مسلمانوں کے عمل کو دو طرز پر تقسیم کر دیا تھا: دین المہاجرین (جس پر عمل پیرا لوگ اپنے کاندھوں پر اسلام کی نصرت اور فتح کی ذمہ داریاں اٹھائے ہوئے تھے) اور بدوؤں کا دین (دین الأعراب: جس پر عمل پیرا لوگ بنیادی چیزوں سے آگے نہ بڑھتے)

حالانکہ یہ صورت حال آج سے چودہ سو سال پہلے کی ہے، مگر غور کیا جائے تو یہ ایک دائمی تفریق ہے جو مسلمانوں کو ہمیشہ انہی دو طبقوں میں ہر جگہ اور ہر وقت تقسیم کرتی ہے۔ اسی لئے آپ محسوس کریں گے کہ باعمل مسلمان بھی، چاہے وہ مغرب میں ہوں یا مشرق میں، انہی دو طبقوں میں منقسم پائے جاتے ہیں۔ ماضی کا دین الأعراب آج کے اس اسلام کے مشابہ ہے جو کہ ارکان خمسہ، حلال گوشت اور محلے کی مسجد کو صاف رکھنے تک محدود ہے۔ مغرب میں تو ایسے مسلمان کا ملنا بھی مشکل ہے، تو ذرا آنکھوں اور دل کو ملنے والے اس سرور اور خوشی کا اندازہ کیجئے جو ان مسلمانوں کو دیکھ کر ملتی ہے جو ایک قدم آگے بڑھ کر دین المہاجرین تک پہنچ گئے ہیں، جن کو تمام امت کی فکر ہے اور جس فکر نے انہیں کھڑا ہونے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ یہ ہیں وہ لوگ جو اسلام کے فعال کارکن بن جاتے ہیں۔ یہ اپنا ہر پل اللہ کی بندگی میں صرف کرتے ہیں چاہے جیسے بھی کر پائیں، چاہے ان کی زندگی میں اور کتنی ہی مصروفیات اور ذمہ داریاں ہوں۔ ان کے دل باقی مسلمانوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں اور یہ سب کچھ وہ اپنے سروں کو بلند رکھتے ہوئے کرتے ہیں اور اپنے اردگرد جانوروں کی طرح رہنے والے انسانوں کو کسی خاطر میں نہیں لاتے۔ کسی عرب شاعر نے کیا خوب کہا تھا:

هكذا الأحرار في دنيا العبيد

''غلاموں کی دنیا میں آزاد لوگ اسی طرح رہا کرتے ہیں۔''

حال ہی میں تمام دنیا ایک ایسی ہی شخصیت کے بارے میں بات کر رہی ہے۔ ایک چھوٹے سے قد کی نحیف سی کالج کی طالبہ، جو ایک بیوی اور تین چھوٹے چھوٹے بچوں کی ماں بھی ہے۔ اس کا نام عافیہ صدیقی ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس کہانی کی طرف میری طرح کھچے چلے آئیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس خاتون کی اسلام کے لئے تڑپ اور خلوص کو اس کو جاننے والوں کی طرح جان جائیں۔ یہ ایک ایسا خلوص تھا جو اس کے ایسے اعمال سے عیاں تھا جو دیکھنے میں تو بہت آسان اور معمولی تھے، مگر جن کے کرنے کے یہ کام ہوتے ہیں وہ بہت ہی کم کرتے ہیں!

جو لوگ عافیہ کو جانتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ وہ ایک بہت چھوٹے قد کی، خاموش طبع، باتہذیب اور شرمیلی خاتون تھی، جسے محفل میں کوئی مشکل سے ہی نوٹ کر سکتا تھا۔ مگر یہی لوگ یہ بھی بتاتے ہیں کہ اگر موقع پر کچھ کہنے کی ضرورت پڑتی تو پیچھے بھی نہ ہٹتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ مسجد میں بوسنیا کے یتیم بچوں کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کے لئے تقریر کر رہی تھی۔ تقریر کے دوران اس نے وہاں موجود مرد سامعین سے بھی گلہ کر ڈالا: کہاں ہیں مرد؟ مجھے ہی کیوں یہاں کھڑے ہو کر یہ کام کرنا پڑ رہا ہے؟ اور بات بھی اس کی ٹھیک تھی۔ وہ مسلمان بھائیوں سے بھرے معاشرے میں ایک ماں، ایک بیوی اور ایک طالبہ ہی تو تھی۔ وہ بھائی جو اسلام کے کسی کام کے نہ تھے......

جب وہ MIT یونیورسٹی (امریکہ میں واقع دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں میں سے ایک) میں طالبہ تھی تو اس نے مقامی جیلوں میں قید مسلمانوں تک قرآن کریم اور دیگر اسلامی مواد پہنچانے کا پروگرام مرتب کیا۔ وہ یہ مواد ایک مقامی مسجد تک پہنچانے کا بندوبست کرتی اور پھر خود ہی مسجد جا کر وہ بھاری بکسے تنہا اٹھا کر سیڑھیوں سے تین منزلیں نیچے رکھ کر آتی۔ سبحان اللہ! دیکھئے اللہ نے اس کا کیا مقدر لکھا تھا۔ یہی عورت جو اتنا وقت اور توانائی مسلمان قیدیوں کے لئے صرف کرتی تھی آج وہ خود قید ہے! (یا اللہ! اس کو رہائی دے دیں!)

یونیورسٹی کے اندر بھی اس کی اسلام سے لگن نمایاں تھی۔ 2004 میں Boston Magazine (بوسٹن میگزین) میں شائع ہونے والا ایک مضمون کہتا ہے: ''جو ممبران دوسروں کو اسلامی تعلیم دینا چاہتے تھے، ان کے لئے عافیہ نے تین گائیڈ (معلوماتی کتابیں) لکھے۔ گروپ کی ویب سائٹ پر اس نے (اسلامی) ''دعوت ٹیبل'' چلانے کا طریقہ بیان کیا۔ یہ ٹیبل دراصل ایک معلوماتی اور استقبالیہ میز تھی جو کہ اسکولوں میں لگائی جاتی۔ اس میز پر موجود مسلمان غیر مسلموں کو اسلام کے بارے میں بتاتے اور انھیں مسلمان ہونے پر آمادہ

کرتے''۔ مضمون نگار مزید لکھتا ہے کہ ''وہ گائیڈ جو عافیہ نے لکھے تھے، ان میں سے ایک میں لکھا تھا: ذرا سوچیں! ہمارا یہ حقیر مگر پرخلوص دعوتی کام اگر کل کو اس ملک کی ایک بڑی دعوتی تحریک بن جائے!

بس ذرا سا تخیل کریں! اور ہم کتنا ثواب کما لیں گے ان تمام لوگوں کا جو ہماری اس تحریک کے ذریعے آنے والے سالوں میں مسلمان ہوں گے۔ بڑی سوچ رکھیں اور بڑے منصوبے بنائیں۔ اللہ ہمیں یہ قوت اور اخلاص عطا فرمائے کہ ہم اپنے مخلصانہ اور خاکسارانہ کام کو جاری رکھیں اور اسے پھیلائیں یہاں تک کہ امریکہ ایک مسلمان ملک بن جائے!''

اللہ اکبر...... دیکھئے، اس ہمت اور عزم کو......

دیکھئے، ان اونچے ارادوں اور مقاصد کو! بحیثیت مرد کے ہمیں شرم آنی چاہیے کہ یہ سبق ہمیں ایک بہن سے سیکھنا پڑ رہا ہے۔

ہفتے میں ایک مرتبہ اتوار کے روز وہ اپنے راستے سے قدرے ہٹ کے مقامی مسلمان بچوں کو پڑھانے گاڑی چلا کے جاتی تھی۔ مجھے ایک مسلمان بہن نے بتایا جو کہ عافیہ کے حلقوں میں حاضر ہوا کرتی تھی کہ: ''عافیہ اپنے راستے سے دور اس لئے نہیں جایا کرتی تھیں کہ لوگ انھیں دیکھیں یا وہ کسی کی دوست بن جائیں بلکہ وہ محض اس لئے یہاں آتی تھی کہ لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیں، حالانکہ انگریزی ان کی مادری زبان بھی نہ تھی۔''

ایک اور بہن جو عافیہ کے حلقے اٹینڈ کرتی تھی، کہتی ہے: ''وہ ہمیں کہا کرتی تھیں کہ کبھی اس بات پر (پشیمان ہو کر) بہانے نہ بنانا کہ تم کون ہو (یعنی مسلمان ہونے پر)۔ امریکی کمزور لوگوں کی کوئی عزت نہیں کرتے۔ امریکی صرف تب ہماری عزت کریں گے جب ہم کھڑے ہوں اور مضبوط ہوں۔''

اللہ اکبر...... یا اللہ اس عورت کو رہائی دے دیں!

مگر عافیہ کی سب سے بڑی لگن دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا تھی۔ بوسنیا میں جنگ کا آغاز ہوا تو وہ چین سے بیٹھی نہ رہ پائی بلکہ جو کچھ بھی اس سے بن پڑا فوراً بروئے کار لے آئی۔ اپنے آپ کو خیالی دنیا میں بند کر کے اس نے اپنے آپ کو بوسنیا جا کر امدادی کارروائیوں میں بذات خود حصہ لینے کے خوابوں سے بہلانے کے بجائے، اس سے جو کچھ ہو سکا اس نے کر ڈالا۔ وہ لوگوں کو بوسنیا کے حالات سے آگاہ کرنے کے لئے بات کرتی اور ان سے چندے کی اپیل کرتی۔ اس سلسلے میں وہ لوگوں کو ای میل بھی کرتی اور بات مؤثر طریقے سے پہنچانے کے لئے سلائڈ شو بھی استعمال کرتی۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عافیہ نے یہ ثابت کر دیا کہ ہم اپنے مسلمان بہن بھائیوں کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کر سکتے ہیں۔ کم از کم ہم لوگوں کو ان کے حالات ہی کے بارے میں بتا سکتے ہیں۔ بس پیچھے بیٹھ کر کچھ نہ کرنا ناقابل قبول ہے۔ ایک مرتبہ اس نے ایک مقامی مسجد میں بوسنیا کے یتیموں کے لئے فنڈ اکٹھا کرنے کے لئے تقریر کی۔ لوگ خاموش تماشائی بن کر اسے دیکھ رہے تھے، کہ اتنے میں اس نے کہا: اس کمرے میں موجود کتنے لوگوں کے پاس جوتوں کے ایک سے زائد جوڑے ہیں؟ آدھے لوگوں نے ہاتھ اٹھا لیا۔ اس پر عافیہ نے کہا: تو پھر انھیں بوسنیا کے ان یتیم بچوں کو دے دیجئے جنھیں جلد ہی شدید سردی کا مقابلہ کرنا ہے! اس کی یہ اپیل اتنی مؤثر تھی کہ امام مسجد تک نے اپنے جوتے اتار کر بوسنیا کے مسلمانوں کو دے دیے!

اس بہن کے اسلام کے لئے جذبے کے بارے میں اور بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ جو کچھ ابھی تک قلم بند کیا وہ اس دختر اسلام کی تصویر کشی تو ضرور کرتا ہے اور شاید کہ یہ مسلمان بھائیوں کو بہنوں سے پہلے اس بات پر ابھارے کہ جو کچھ ان کے بس میں ہو وہ اس سے اسلام کی بھرپور خدمت سرانجام دیں۔ یاد رہے کہ جب وہ یہ سب کچھ کر رہی تھیں تو ایک ماں ہونے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹریٹ (Ph.D) کی طالبہ بھی تھیں، جب کہ ہم میں سے زیادہ تر لوگ اس سے کہیں زیادہ فرصت کا وقت ہونے کے باوجود اس سے بہت کم کرتے ہیں۔

پس عافیہ کے اس تصور کو لئے جب میں کورٹ اس کی ضمانت پہ رہائی کی سماعت کے دن پہنچا، تو مجھے شدید دھچکا لگا۔ کچہری کے کمرے میں سامنے بائیں طرف کا دروازہ آہستہ سے کھلا تو ایک انتہائی ناتواں، نڈھال اور بری طرح تھکی ہوئی عورت کو اندر لایا گیا، جو ہلکے نیلے رنگ کی ویل چیئر میں بمشکل اپنا سر اونچا رکھ پا رہی تھی۔ وہ نارنجی رنگ کے جیل کے لباس میں ملبوس تھی، جیسا کہ گوانتاناموبے میں قیدیوں کو پہنایا جاتا ہے۔ مگر اس نے سر پر سفید رنگ کا حجاب پہن رکھا تھا، جس کو کسی قدر سلیقے سے اس طرح اوڑھ رکھا تھا کہ اس کے انتہائی پتلے ہاتھ بھی اسی سے ڈھک گئے تھے (جیل کے یونیفارم کی آستینیں چھوٹی ہوتی ہیں) اس کے وکیل جلد ہی اس کے پاس آ بیٹھے اور سماعت کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

استغاثہ کا بڑا وکیل کرسٹوفر لاوین، جو کہ امریکی وزارت عدل میں اسسٹنٹ اٹارنی کا عہدہ رکھتا ہے، بھی تین چار ایف بی آئی (FBI) کے ایجنٹوں کے ساتھ داخل ہوا، جن میں سے ایک عورت پاکستانی نژاد لگتی تھی (اللہ کی لعنت ہو ان پر) دفاع کے وکلاء نے اعلان کیا کہ ضمانت پہ رہائی کی سماعت عافیہ کی صحت کی وجہ سے ملتوی کی جائے گی۔ بنیادی طور پہ ان کا استدلال یہ تھا کہ ضمانت پر رہا ہو کے وہ کیا کرے گی جب کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ چنانچہ انہوں نے مطالبہ کیا کہ کسی مزید کارروائی سے پہلے اسے ڈاکٹر فراہم کیا جائے۔

کرسٹوفر لاوین کھڑا ہو گیا اور اعتراض کیا کہ عافیہ امریکہ کے امن و امان کے لئے خطرہ ہے۔ جج اس بات سے متاثر نہ ہوا تو استغاثہ کے وکیل نے مزید کہا کہ یہ وہ عورت ہے جس نے گولیاں مار کر قید سے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ جیسے ہی اس نے یہ الفاظ کہے میں نے عافیہ کی طرف دیکھا جو غم اور لاچاری میں سر نفی میں ہلا رہی تھی، جیسے وہ یہ سمجھ رہی ہو کہ پوری دنیا اس کے خلاف ہے۔ کم قد کاٹھ کے علاوہ وہ اتنی لاغر تھی کہ ویل چیئر کے پیچھے سے میں بمشکل اسے دیکھ پا رہا تھا۔ میں صرف اس کا بائیں طرف ڈھلکا ہوا با حجاب سر اور ویل چیئر سے ابھرا ہوا سید ھا بازو دیکھ سکتا تھا۔

جب عافیہ کے وکلا نے اس کی حالت بیان کرنا شروع کی تو میری سمجھ میں آیا کہ وہ اس قدر غمگین اور ناامید کیوں لگ رہی تھی:

امریکی قید میں اتنا عرصہ رہنے کی وجہ سے اس کے دماغ کو نقصان پہنچا ہے۔

امریکی قید کے دوران اس کا ایک گردہ نکال دیا گیا۔

وہ کھانا ہضم نہیں کر سکتی کیوں کہ امریکی قید میں آپریشن کے دوران اس کی آنتوں کا ایک حصہ بھی نکال دیا گیا۔

امریکی گولیاں لگنے کی وجہ سے جو آپریشن ہوا اس میں کھال کی کئی تہیں ایک دوسرے کے اوپر سلی ہوئی ہیں۔

سامنے کے پورے جسم پر آپریشن کا نشان ابھی تک موجود ہے۔ (آپریشن انتہائی غیر ذمہ داری اور کمال اناڑی پن سے کیا گیا تھا۔)

اس تمام تکلیف کے باوجود امریکہ میں قید کے سارے عرصے میں اسے ایک بھی ڈاکٹر نے چیک نہیں کیا تھا، حالانکہ افغانستان میں کیے جانے والے آپریشن سے وہ دائمی تکلیف سے دوچار تھی اور اس درد کے لئے اسے صرف بروفین دی جا رہی تھی جو کہ عام طور پر سر درد کے لئے لوگ خود ہی دوکان سے خرید کر کھا لیتے ہیں!

اس سب کے باوجود استغاثے کا وکیل ڈھٹائی اور بے شرمی سے ڈاکٹر سے ملنے سے روکنے کے لئے

اسے امن وامان کے لئے خطرہ باور کرا رہا تھا۔ جج نے پوچھا کہ اتنا عرصہ نیویارک کی جیل میں اسے طبی امداد کیوں فراہم نہیں کی گئی؟ اس سوال سے وکیل استغاثہ بوکھلا گیا اور کہا یہ پیچیدہ معاملہ ہے۔ مگر پھر اس نے وہی چھچھوری دلیل دی جس کی اس سے امید کی جاسکتی تھی۔ کہنے لگا: جناب! یہ تو خود ہی کسی مرد ڈاکٹر سے ملنا نہیں چاہتی تھی۔ جیسے ہی وکیل نے یہ کہا، عافیہ نے ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور ہلانا شروع کر دیا جیسے کہنا چاہتی ہو نہیں، یہ جھوٹ بول رہا ہے! مجھے اس پر رحم آ رہا تھا کیونکہ وہ اپنے سامنے اتنے جھوٹ سن کر کافی دلبرداشتہ ہو رہی تھی۔ اس کی وکیل نے اپنا ہاتھ اس کے گرد ڈالا اور اس کا ہاتھ سہلا کر اسے تسلی دی۔

جب عدالت برخاست ہوئی تو مجھے ایک عالم کی بات یاد آئی۔ امام ابن قیم نے لکھا تھا کہ بندہ اللہ سے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ...... دشمن کے پاس بس ایک ہی رکاوٹ رہ جاتی ہے جس سے وہ اس بندے کو پکارتا ہے، اور یہ وہ رکاوٹ ہے جس کا مقابلہ اسے بہر حال کرنا ہے...... رکاوٹ دراصل یہ ہے کہ شیطان اپنے لشکر اس مؤمن بندے پر چھوڑ دیتا ہے، جو اسے ہر طرح کا جسمانی وقلبی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سب بندے کے اندر خیر کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ جتنی بندے میں خیر ہوتی ہے اور جتنا اس کا درجہ بلند ہوتا ہے، اتنا ہی زیادہ دشمن اپنے لشکر اس کے خلاف استعمال کرتا ہے اور ان کی اس کے خلاف مدد کرتا ہے، اور مختلف طریقوں سے اپنے دوستوں اور اولیاء سے اس پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس رکاوٹ کو عبور کیے بغیر کوئی چارہ نہیں، کیونکہ بندہ جتنا زیادہ اللہ کی طرف دعوت دینے اور اللہ کے احکام کی بجا آوری پر ثابت قدم ہوتا ہے، اتنا ہی زیادہ دشمن نادان لوگوں کے ذریعے اسے بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ اب یہ بندہ زرہ بند ہو کر اس رکاوٹ کا مقابلہ کرتا ہے اور اللہ کی رضا اور نام کی خاطر دشمن کا سامنا کرتا ہے۔ اس حالت میں جو عبادت وہ کرتا ہے، وہ بہترین عبادت گزاروں کی عبادت ہوتی ہے۔

عدالت کے اندر اس دن کے منظر سے یہ امر بالکل واضح تھا۔ عافیہ کی ظاہری جسمانی کمزوری اور نڈھالی کے باوجود، میں سارا وقت اس میں سے ایک مخصوص عزت اور قوت کو ابھرتے محسوس کر سکتا تھا۔ ہر چیز اس امر کی عکاسی کر رہی تھی۔ اس کا بھرپور انداز میں جج کی طرف ہاتھ ہلا کر وکیل کے جھوٹ کی نفی کرنا، اس کا انتہائی نامساعد حالات میں جیل کے لباس کے اوپر حجاب پہننا کہ جن حالات میں اکثر لوگوں کے لئے حجاب کی فکر شاید آخری چیز ہو، امریکی FBI، پولیس، حکام اور رپورٹروں کی بھرمار جو اس چھوٹے سے کمرے میں صرف اس نحیف، لاغر، چھوٹے قد کی خاموش، امن و امان کے لئے خطرہ کو دیکھنے کے لئے آدھمکے تھے۔ یہ سب اس بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ سب لوگ اس بہن کی ایمانی قوت سے ہی خوفزدہ تھے!

یہ ہے حالت ہماری عزیز بہن کی، ایک مسلمان عورت جو قید و بند جھیل رہی ہے...

میں مزید کیا کہوں....؟

میں یہ مضمون آپ کو یہ بتا کر ختم نہیں کروں گا کہ مسلمان قیدیوں کی بازیابی فرض ہے۔ میں یہ بھی نہیں بتاؤں گا کہ کیسے خلیفہ المعتصم نے صرف ایک مسلمان عورت کو آزاد کرانے کے لئے ایک پورے شہر کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ میں صلاح الدین ایوبی یا عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں بھی نہیں لے جاؤں گا، جنہوں نے ہزاروں مسلمان قیدیوں کو چھڑایا۔ میں اس وقت یہ باتیں کرنا نامناسب سمجھتا ہوں، کیونکہ عافیہ کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اس سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ پانچ لاکھ کی مسلمان آبادی کے اس شہر میں سے کتنے تھوڑے مسلمانوں نے عدالت آنے کی زحمت گوارا کی (آس پاس کے علاقوں کو ملائیں تو آبادی اس سے بھی زیادہ ہے) اور یہ بھی کہ پورے امریکہ میں کوئی ایک بھی مسلمان جماعت یا جمعیت ایسی نہیں جس نے اس بہن کے دفاع میں ایک حرف بھی بولا ہو، چہ جائیکہ اس کے لئے کچھ کیا ہو۔ امام ابن قیم نے بھی کیا خوب کہا تھا: ''جب غیرت دل سے نکلتی ہے، تو ایمان بھی اس کے پیچھے ہو لیتا ہے۔''

بدقسمتی سے، آج جب ہماری اکثریت بدوؤں کے دین پر ہی اکتفا کیے ہوئے ہے، لگتا ہے کہ عافیہ صدیقی کی مدد کرنے کا بہترین طریقہ ہمیں عافیہ صدیقی ہی سکھا سکتی ہے! واللہ المستعان

داعیٔ رجوع الی القرآن، بانیٔ تنظیم اسلامی
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل
بیانُ القرآن
حصہ اوّل کے بعد اب حصہ دوم بھی شائع ہو گیا ہے
سورۃ آل عمران، سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ کا ترجمہ مع مختصر تشریح
عمدہ طباعت — دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد — امپورٹڈ پیپر
قیمت: 400 روپے — بڑے سائز کے 321 صفحات
ملنے کے پتے
انجمن خدام القرآن خیبر پختونخوا، پشاور
A-18 ناصر مینشن، ریلوے روڈ نمبر 2، شعبہ بازار پشاور، فون: (091)2584824,2214495
مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون (042)35869501-3

افغانستان پر امریکی یلغار

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی کھلی خلاف ورزی

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد فہیم

افغانستان پر قبضہ کے حوالے سے ایک عمومی خاموشی ضرور پائی جاتی ہے، تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جنگ اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی یہ مروّجہ بین الاقوامی قوانین اور بین الاقوامی عدالت انصاف کے فیصلوں سے کوئی مطابقت رکھتی ہے، یہاں تک کہ امریکی کانگرس نے بھی کوئی اعلان جنگ نہیں کیا۔ بُش نے کوشش کی کہ اقوام متحدہ کی منظوری لے کر جنگ کا رسمی اعلان کرے، بالکل اسی طرح جیسے صدر روز ویلٹ نے پرل ہاربر واقعہ کے منحوس دن کے حوالے سے 8 دسمبر 1941ء کو کیا تھا۔ لیکن بُش اقوام متحدہ سے ایسی اجازت حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ جو کچھ بُش حاصل کرسکا، وہ صرف 14 ستمبر 2001ء کی ایک قرارداد تھی جو امریکہ کو مخصوص حالات میں اور محدود پیمانے پر فوجی طاقت کے استعمال کی اجازت دیتی تھی۔ بُش نے کافی تگ ودو کی مگر وہ مخصوص حالات میں محدود فوجی قوت کے استعمال کے علاوہ اقوام متحدہ کی اجازت حاصل نہ کرسکا۔ یہ محدود اجازت بھی مشروط تھی۔ اِسے توثیق کے لیے کانگرس کے سامنے پیش کرنا ضروری تھا۔ ایسے حالات میں فنڈز کے اجراء پر تمام اختیارات کانگرس کو حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا آخرکار یہ کانگرس ہی کا فیصلہ ہوتا ہے نہ کہ انتظامی شاخ کا۔

اس کے بعد جنگ کی قرارداد کے حصول کے لیے بُش نے نیٹو سے رجوع کیا، اور اسے نیٹو کے جنگ کے متعلق آرٹیکل 5 کو درمیان میں لانے پر آمادہ کرلیا، جسے صرف اس صورت میں استعمال کیا جاسکتا ہے جب ایک ریاست دوسری ریاست پر حملہ کا ارتکاب کرے۔ یہ آرٹیکل کبھی اور کسی بھی ''دہشت گردانہ حملے'' کے ضمن میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ نیٹو پیکٹ (NATO PACT) کی رو سے نظری طور پر کسی نیٹو ملک کے خلاف وارسا معاہدے کے کسی ممبر ملک یا سوویت یونین کے حملہ کی صورت میں کارروائی ہوسکتی تھی۔ وارسا پیکٹ کے خاتمے اور سوویت یونین کے سقوط کے بعد اب کوئی حقیقی جواز اور بہانہ باقی نہ رہا کہ نیٹو کو اسی طرح برقرار رکھا جائے۔ اس قرارداد کی رو سے نیٹو ممالک کو اکٹھے کارروائی کی اجازت تو مل گئی، تاہم ان حدود کے اندر جن کا تعین نارتھ اٹلانٹک کونسل (NAC) نے کر رکھا تھا۔ نیٹو کی قرارداد میں صاف لفظوں میں کہا گیا تھا کہ کوئی کارروائی اس وقت تک نہ ہو جب تک کونسل اس سلسلہ میں مزید کوئی فیصلہ نہ کرے۔ الفاظ یہ تھے: ''نیٹو کوئی اجتماعی کارروائی نہیں کرے گی جب تک کہ مزید صلاح مشورے نہ ہوجائیں اور اس سلسلہ میں نارتھ اٹلانٹک کونسل مزید کوئی فیصلہ نہ کرے۔''

5 اکتوبر 2001ء کو امریکہ کی درخواست پر نیٹو نے اجتماعی اور انفرادی طور پر آٹھ اقدامات اٹھانے کی منظوری دے دی، جس میں یہ بھی شامل تھا کہ امریکی پروازوں کے لیے ایک حفاظتی کور (Blanket Provision) کی سہولت کا اہتمام کیا جائے اور امریکہ کو نیٹو ممالک کی بندرگاہوں اور ہوائی اڈوں تک رسائی حاصل ہو۔ اِس طرح نیٹو کے فیصلوں کے لیے وضع کردہ طریق کار سے ماورا امریکہ کو کارروائی کرنے کی سہولت فراہم کی گئی۔

> امریکہ نے بالکل ناجائز طور پر نیٹو کے اجتماعی طریق کار کو مسترد کرتے ہوئے اپنے ہی گروہ کے ''اتحادیوں'' کو چن کر افغانستان پر بمباری کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا

امریکہ نے بالکل ناجائز طور پر نیٹو کے اجتماعی طریق کار کو مسترد کرتے ہوئے اپنے ہی گروہ کے ''اتحادیوں'' کو چن کر افغانستان پر بمباری کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہی نہیں بلکہ مستقبل میں بھی کسی ملک کے خلاف بمباری سمیت ہر قسم کی جنگی کارروائیوں کے لیے پورے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ ونی پگ (Winni peg) یونیورسٹی کے پریذیڈنٹ جو لائیڈ اگسوری نے جو سابق کنیڈین وزیر خارجہ بھی ہیں، بجاطور پر اس اتحاد کو "Hub and Spoke" کا اتحاد قرار دیا، جس میں تمام ہدایات مرکز کی طرف سے آرہی ہوں۔ بیرونی ممبروں کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو۔

نائن الیون کے حملوں میں افغانستان کے ملوث ہونے کے بارے میں کسی بھی ثبوت کی عدم موجودگی کے باوجود افغانستان پر حملہ سراسر ناجائز تھا۔ تاہم بُش اینڈ کمپنی کے پبلک بیانات کی رو سے اگر ایسا کوئی نتیجہ نکالنا ممکن بھی ہوتا کہ نائن الیون میں افغانستان کے نان سٹیٹ ایکٹرز ملوث ہیں، تب بھی افغانستان پر دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے ایک بھرپور، تباہ کن حملے کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا، جہاں بمباری سے ہزاروں لاکھوں جانیں تلف ہوئیں اور نتیجتاً کابل میں ایک پٹھو حکومت کے قیام کی راہ ہموار ہوگئی۔

بیسویں صدی میں قانون کے میدان میں جو کارہائے خیر سب سے زیادہ اہم اور نمایاں ہیں وہ دراصل وہ ضابطے اور تحدیدات ہیں جو معاہدوں اور رسمی قوانین کے ذریعے ملکوں کے ان اختیار پر لگائے گئے جن کی رو سے وہ بغیر کسی ضابطے اور قانون کے بڑے پیمانے پر بلا روک ٹوک جنگی اقدامات کرنے کے لیے آگے بڑھتے تھے۔ چنانچہ داخلی طور پر ملکی قانون کے حوالے سے بھی بُش دستوری طور پر اختیار نہیں رکھتا تھا کہ وہ اعلان جنگ کرے۔ امریکہ کے دستور کی رو سے کانگریس بھی اس کی مجاز نہیں تھی کہ وہ اپنا دستوری حق صدر کو تفویض کردے، تاکہ وہ اعلان جنگ کرنے کا مجاز بن جائے۔ امریکی دستور کے آرٹیکل 1، سیکشن 8، شق 11 کی رو سے اعلان جنگ کا اختیار کانگریس کے پاس ہے۔ اس اختیار پر اسی آرٹیکل اور سیکشن کی شق 15 میں تحدیدات لگائی گئی ہیں، جن کی رو سے کانگریس ملیشیا کو صرف ان حالات میں

ٹلا سکتی ہے جب یونین کے قوانین کو کسی قسم کی بغاوت کا سامنا ہو یا دشمن کی طرف سے حملوں کا جواب دینے کے لیے اقدام ضروری ہو گیا ہو۔

نائن الیون کا منصوبہ شدہ حملہ نہ تو بغاوت اور نہ ہی امریکہ پر حملہ کے زمرے میں آتا ہے۔ کانگریس کسی اختیار کو تفویض کرنے کی از روئے قانون مجاز نہیں تھی۔ بادی النظر میں افغانستان پر حملہ امریکی انتظامیہ کے زمانہ حال کے کروسیڈرز کا ایک ناجائز عمل اور طاقت کے بے جا استعمال کا شاخسانہ ہے۔

مزید یہ کہ افغانستان کی جنگ اقوام متحدہ کے چارٹر کے آرٹیکل 2 پیراگراف 4 کی رو سے بھی کوئی جواز نہیں رکھتی تھی۔ یہ ایک ایسا میثاق ہے جس پر دستخط کر کے امریکہ اس کی توثیق کر چکا ہے۔ اس میثاق کی رو سے یہ تصریح کی گئی ہے کہ تمام ممبران اس کے پابند ہیں کہ وہ بین الاقوامی معاملات کے ضمن میں کسی مملکت کی علاقائی سالمیت یا سیاسی آزادی کے خلاف دھمکیوں اور طاقت کے استعمال سے گریز کریں گے یا دیگر کسی ایسے حربے سے باز رہیں گے جو اقوام متحدہ کے مقاصد سے ہم آہنگ نہ ہو۔ ممبر ممالک کو اس پابندی سے استثنا کی صرف ایک صورت (آرٹیکل 51 کے تحت) حاصل ہے کہ جب اپنی مدافعت کے لیے اقدام ناگزیر ہو جائے اور یہ اقدام بھی یو این او کے چارٹر کے قواعد کے مطابق ہونا چاہیے۔ نائن الیون حملے دہشت گردانہ حملے تھے، جو نامعلوم افراد نے کئے تھے۔ یہ ریاست افغانستان کی کارروائی نہیں تھی کہ امریکہ کو افغانستان سے اپنی سلامتی کا اندیشہ لاحق ہوتا۔ پھر ایسے میں بُش آرٹیکل 51 کو استعمال میں لانے کا ہرگز مجاز نہیں تھا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ یہ معاملہ دہشت گردی سے متعلقہ کنونشنز کے مطابق طے کیا جاتا، جس کا امریکہ بحیثیت ایک دستخط کنندہ فریق ہے۔ یو این او چارٹر کا آرٹیکل 33 اس امر کی تاکید کرتا ہے کہ جنگ کی راہ اختیار کرنے سے پہلے ہر ملک کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ گفتگو، صلح جوئی، مصالحت، ثالثی اور عدالتی ذرائع کے ذریعے تصفیہ کرانے کی کوشش کرے۔ اس لازمی عمل کو نہیں اپنایا گیا۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ طالبان حکومت کی طرف سے تجاویز، مشورے اور درخواستیں کسی قسم کی توجہ دیئے بغیر ردّ کر دی گئیں۔ ایسی کوئی انکوائری نہیں کرائی گئی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ نائن الیون آپریشن میں اندرون خانہ سے جو تائید و توثیق ملی وہ کس مقدار اور نوعیت کی تھی؟

(جاری ہے)

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے زیراہتمام

میرپور میں خواتین کے لیے خصوصی دعوتی پروگرام

جس میں نائب ناظمہ حلقہ خواتین محترمہ امۃ المعطی نے خطاب کیا

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے زیر اہتمام 16 جون 2010ء کو مسجد (بیسمنٹ) جبی دارالسلام میرپور میں خواتین کے لیے درس قرآن کی خصوصی محفل کا انعقاد کیا گیا۔ درس قرآن کے لیے نائب ناظمہ تنظیم اسلامی محترمہ امۃ المعطی کو دعوت دی گئی تھی۔ اس محفل درس میں جبی کے علاوہ افضل پور، جاتلاں، چھنی ملکانی، غازی گڑھا، علی بیگ، پنجیڑی، گورانکہ، مکری، چاہ موچیاں، کموترہ، گورسیاں، ابراہیم آباد، رحمان پورہ سے خواتین نے پورے دینی جذبے سے شرکت کی۔ اِن خواتین میں بڑی تعداد میں کالجوں کی پرنسپل صاحبات، سکولوں کی صدر معلمات اور استانیوں کے علاوہ پڑھی لکھی طالبات شامل تھیں۔ خواتین کی اکثریت صبح 9 بجے مسجد میں پہنچ گئی تھی۔

دس بجے مہمان خصوصی بانی تنظیم اسلامی کی صاحبزادی محترمہ امۃ المعطی صاحبہ اپنے بیٹے کے ہمراہ تشریف لے آئیں۔ اُن کی آمد کے ساتھ ہی سٹیج سیکرٹری اکسیرہ خانم نے تلاوت قرآن پاک سے پروگرام کا باقاعدہ آغاز کیا۔ تلاوت کی سعادت گورانکہ کی رمشہ ذوالفقار نے حاصل کی۔ تلاوت کے بعد اکسیرہ خانم نے حمد باری تعالیٰ پیش کی۔ جویریہ صباحت نے نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔ نعت کے بعد ایک خاتون نے مسلمانوں کی موجودہ حالت زار کے بارے میں نظم پیش کی۔ بعدازاں اکسیرہ خانم نے اس پروگرام میں آمد پر محترمہ مہمان خصوصی کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کیا کہ وہ لاہور سے چار گھنٹے کے سفر کی مشقت جھیل کر یہاں تشریف لائیں، اور انہیں دعوت دی کہ وہ درس قرآن کے ذریعے خواتین کی دینی رہنمائی فرمائیں۔

نائب ناظمہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی کریم ﷺ کے حضور درود پڑھنے کے بعد سورۃ آل عمران کی آیات 102 تا 109 کی تلاوت کی۔ اور پھر اِن آیات کو اپنے درس اور بیان کا موضوع بنایا۔ انہوں نے کہا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے جو ہم سے پہلا تقاضا کیا ہے، وہ تقویٰ ہے۔ تقویٰ ظاہری وضع قطع کا نام نہیں، بلکہ دل کی ایسی کیفیت کا نام ہے، جس کے سبب انسان گناہوں سے بچ سکے اور نتیجتاً اللہ کے عذاب سے محفوظ رہے۔ یہ احساس ہمیں مستقل طور پر اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے، تب ہی ہم احکامات شریعت کی پیروی کر سکتے ہیں اور منکرات سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تقویٰ کا پہلا تقاضا نماز ہے، نماز بھی ایسی جو خشوع و خضوع والی ہو، خالصتاً اللہ کے لیے ہو، اس میں ریاکاری کا کوئی عنصر نہ ہو۔ اسی طرح انسان اللہ کے قرب کے حصول کے لیے اللہ کی راہ میں اپنی خواہشات اور پسندیدہ چیزوں کو قربان کر ڈالے۔ پھر یہ کہ اُس کی پوری زندگی اللہ کے لیے ہو۔ اُس کا جینا مرنا خدا کی خاطر ہو۔ نائب ناظمہ نے اس دوران خواتین سے یہ وعدہ بھی لیا کہ وہ نماز پنج وقتہ کی پابندی کریں گی۔ انہوں نے آیت 103 کے حوالے سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہمیں اپنی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ کی یہ رسی قرآن حکیم ہے۔ ہمیں قرآن مجید سے تمسک اختیار کرنا چاہیے اور فرقہ بندی سے سختی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ آیت 104 کی تشریح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمیں خیر امت کا اعزاز ملا ہے۔ اور اس کی وجہ وہ ذمہ داری ہے جو ہم کو سونپی گئی ہے یعنی نیکی و بھلائی کا فروغ اور برائی کا انسداد۔ یہی فلاح و کامرانی کا راستہ ہے۔ محترمہ نے پروگرام کے اختتام پر مسلمان خواتین کے پردے اور ستر و حجاب کے حوالے سے بھی آیات قرآنی کی روشنی میں گفتگو کی اور خواتین پر زور دیا کہ اس بے پردگی اور بے حجابی کے ماحول کے اثرات بد سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے نہ صرف خود حکم شریعت کے مطابق پردے کا اہتمام کریں بلکہ اپنی دیگر رشتہ دار خواتین کو بھی بے حجابی سے منع کریں۔ محترمہ امۃ المعطی صاحبہ کے درس سے خواتین بہت متاثر ہوئیں۔ درس کے اختتام پر پروگرام میں شریک خواتین کو کھانا کھلایا گیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس ادنیٰ سی کاوش کو منظور فرمائے۔ (رپورٹ: رفیقہ تنظیم)

جب سچ کی فصل اُگنا مشکل ہو جائے

اوریا مقبول جان

جس کسی کو کوئی گروہ، قبیلہ، قوم، گروپ یا شعبہ میسر آ جاتا ہے وہ پاک، پوتر، معصوم عن الخطاء اور اعلیٰ مقاصد کا ترجمان ہو جاتا ہے۔ دنیا کے سارے عیب، ساری برائیاں اور سب نقائص دوسرے گروہوں میں ہوتے ہیں اور اپنا گروہ قبیلہ اور گروپ ان سب سے پاک اور مبرّا۔ دنیا میں کسی بھی قوم کی تباہی اور بربادی کی تاریخ اُٹھا لیں، آپ کو وہاں یہ صفت سب سے نمایاں نظر آئے گی۔ جب اپنے گروہ اور قبیلے کا تعصب اس قدر شدید ہو جائے کہ سارے ذاتی اختلافات بُھلا کر کسی ایک مشترکہ دشمن کے خلاف متحد اس طرح ہوں کہ اپنی بُرائی اور عیب پر بھی فخر کرنے لگیں تو پھر قومیں اللہ کے قرآن کے مطابق عذاب کو دعوت دیتی ہیں اور تاریخ کی گواہی کے مطابق یا تو ملیامیٹ ہو جاتی ہیں یا پھر کشت و خون کے سیلاب میں اس قدر نہاتی ہیں کہ ان کی ساری غلاظتیں دور ہو جاتی ہیں۔ شعیب علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی اقوام الہامی کتابوں میں نشانیوں کے طور پر درج ہیں کہ یہ سب اپنے گناہ پر اصرار کرتی تھیں اور پھر اُس کے دفاع کے لیے متحد ہو جاتی تھیں۔ لیکن تاریخ روم، یونان، فرانس، روس اور ایران کی ملیامیٹ ہوتی اور خون میں نہاتی بستیوں کا ذکر کرتی ہے تو ایک ہی جرم ان کے کھاتے میں نظر آتا ہے۔ جو گروہ طاقتور ہو گئے، جن کے ہاتھ میں کسی بھی قسم کا اختیار آ گیا، انہوں نے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ ہم پاک ہیں، عیب سے بالاتر ہیں۔ ہم روم میں سٹیڈیم میں شیروں کے سامنے قیدیوں کو ڈال کر تماشہ دیکھیں، یونان میں ہم جنس پرستوں کے مجسمے بنا کر چوراہوں پر لگا کر فخر کریں، فرانس میں ہزاروں لوگوں کو شیاطینی روح کے اثر میں گردان کر آگ میں جلائیں، روس میں راسپوٹین کی جنسی وحشت کو روحانی کمالات کا روپ بتائیں یا ایران میں ہزاروں لوگوں کو ترقی اور امریکی کاسہ لیسی میں قتل کریں، ہمیں اپنے کسی فعل پر کوئی شرمندگی نہیں۔ ان سب کاموں میں جو ہمارا ساتھی ہے وہ جو کچھ بھی کرے معصوم ہے اور جو مخالف ہے وہ کچھ بھی نہ کرے لیکن خطا کا پتلا ہے۔

ہم آج ٹھیک اُس حالت پر پہنچ چکے ہیں۔ آپ کسی کی دُم پر پاؤں رکھ کر دیکھیں پورے کا پورا گروہ گھورتا، غراتا، آنکھیں لال کرتا ہوا آپ پر ٹوٹ پڑے گا۔ تمہیں جرأت کیسے ہوئی ہماری جانب اُنگلی اُٹھانے کی۔ میرے ملک میں کبھی یہ کیفیت صرف ایک دو گروہوں کی ہوتی تھی اور وہ بھی اہلِ اقتدار یا ان کے شریک افراد کی، لیکن ڈھکی چھپی۔ ان گروہوں کی رعونت اور عام آدمی کو شودر اور خود کو برہمن کہلانے کا اندازہ لگانا کسی قدر آسان تھا۔ ستر کی دہائی تک یا تو جھنڈے والی گاڑیاں ہوتی تھیں یا آرمی کی فلیگ کاریں۔ باقی سولہ کروڑ عوام کی بسیں، کاریں، سائیکلیں اور موٹر سائیکلیں۔ پھر سُرخ، سبز اور نیلے رنگ کی مخصوص پلیٹوں کا رواج شروع ہوا۔ پہلے صرف دو طبقے اس مرض میں مبتلا ہوئے، ایم این اے، ایم پی اے اور سینیٹرز ایک طبقہ اور ڈی سی، ایس پی، اے سی وغیرہ دوسرا طبقہ۔ حسبِ منشاء نیلی، لال ایمبولینس کی بتیاں بھی گاڑیوں کی زینت بنیں اور سڑکوں پر ان فرعون صفت سواریوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ ان کی دیکھا دیکھی ضلع کونسل، زکوٰۃ کمیٹی، کونسلر میدان میں کودے، یہاں تک کہ جس کے پاس موٹر سائیکل ہی تھی اُس نے بھی اپنی علیحدہ نمبر پلیٹ سجا لی۔ اس ذات پات کی دوڑ میں ان دونوں گروہوں کی پیروی کرنے والا طبقہ صحافی نکلا، اپنی گاڑیوں کے ساتھ علیحدہ طور پر آدھی نمبر پلیٹ پر پریس لکھوا کر یہ بھی زناٹے بھرنے لگے۔ فوج کی گاڑیاں تو پہلے دن سے نمایاں تھیں کہ نمبر پلیٹ ہی علیحدہ تھی۔ سرکار نے بھی اپنی گاڑیوں کے نمبر پلیٹوں کا رنگ سبز کر لیا۔ دوسری جانب جس فوجی افسر کو سرکاری گاڑی میسر نہ تھی اُس نے سٹکر کی صورت میں یا نمبر پلیٹ پر پاک آرمی لکھوا لیا۔ اس دوڑ میں شریک ہونے والے اگلے دو طبقات تھے ڈاکٹر اور وکیل۔ پہلے سٹکر لگے، پھر نمبر پلیٹیں تک لگنے لگیں۔

پہلے تین طبقات یعنی فوج، بیورو کریسی اور سیاست دان اپنے طور پر نمایاں ہونے کے علاوہ جو مراعات لیتے تھے ان میں بحیثیت گروہ پلاٹ ایک بہت بڑا اثاثہ تھا جو سولہ کروڑ عام آدمیوں کو میسر نہ تھا کہ وہ کسی گروہ سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ یہ تینوں گروہ سولہ کروڑ عوام کی ملکیت سرکاری زمین کو کوڑیوں کے مول پلاٹوں کی صورت میں بحیثیت ایک گروہ اپنے آپ میں تقسیم کر لیتے۔ یہ اس گروہ کا بحیثیت مجموعی رویہ تھا۔ یہ دلیل دیتے کہ یہ ایک عام فوجی کا حق ہے جو عمر سرکار کی نذر کرتا ہے، حالانکہ پلاٹ ملتا خاص لوگوں کو زیادہ اور عام لوگوں کو کم۔ ریلوے کالونی، پی آئی اے کالونی، واپڈا کالونی، جس کے ہاتھ میں جو زمین عوام کی تھی اُس نے پورے گروہ پر قربان کر دی۔ ایسے میں صحافی کیسے پیچھے رہتے۔ صحافی کالونیاں وجود میں آئیں اور وہ بھی سولہ کروڑ عوام کی ملکیتی زمین پر اور ''غریب و نادار'' صحافیوں کے لیے، جوڈیشل کالونیاں بنیں ججوں کے لیے۔ سب گروہ اس ملک میں اس قدر طاقتور ہو گئے کہ کوئی کسی کا عیب تو نکال کر دکھائے، کوئی ان کی گاڑی کو تو ہاتھ لگائے۔ جس طرح جم خانہ اور دیگر کلبوں میں جو ہوتا رہے کسی کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ اُس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھ سکے۔ اسی طرح وکیلوں اور صحافیوں کے کلب بھی مقدس ترین مقامات بن گئے۔ ان کی گاڑیاں مقدس ترین سواریاں ہو گئیں۔ اور ان سب گروہوں کی گھورتی ہوئی آنکھیں عام انسانوں کے لیے خوف کا تازیانہ بن گئیں۔ جیسے کبھی کوئی چودھری گاؤں میں کہتا تھا کہ کون ہے جو ہمارے عیب اُچھالتا ہے، اُس کی زبان خاموش کر دو، اسی طرح یہ سارے گروہ ایک دوسرے پر یوں پل پڑے جیسے خوفناک لشکر ایک دوسرے کے خلاف۔ سیاست دان نے ڈاکٹر کی پٹائی کی۔ ڈاکٹر نے صحافی کا کیمرا توڑا۔ صحافی نے یوں کسی کی عزت اُچھالی کہ منہ دکھانے کے قابل تک نہ رہا۔ حقوق کی جدوجہد، مار کھانے کے تمغے اور حق و صداقت کے پرچم ہر ایک کے سینے پر سج گئے۔ اگر کوئی اس ملک میں بے توقیر، بے عزت، بے گھر اور کم مرتبہ رہا تو وہ اس ملک کا عام آدمی تھا۔ مفلوک الحال کسان جو ہل چلاتا اور یہ سب کھانا کھاتے، جو مل میں کام کرتا تو یہ گروہ کپڑا اور جوتا پہنتے۔ سارے

(باقی صفحہ 16 پر)

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کا گوجر خان میں خطاب

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے 28 مئی کو بعد نماز مغرب پاکستان شادی ہال گوجر خان میں ایک بہت بڑے عوامی اجتماع میں ''موجودہ سنگین حالات میں امت مسلمہ کے لیے راہِ عمل'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

امیر محترم حافظ عاکف سعید نے فرمایا کہ وطن عزیز پہلے سے زیادہ سنگین خطرات سے دوچار ہو چکا ہے، مگر ہمارے حکمران خوابِ غفلت میں مدہوش ہیں۔ وہ ڈالروں کی ہوس میں وطن عزیز کا سودا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف امریکی ایجنٹ پورے ملک میں دندناتے پھر رہے ہیں، ہمارے بے گناہ قبائلی مسلمان بھائیوں پر ڈرون حملے ہو رہے ہیں اور ملک کو امریکی کالونی بنا دیا گیا ہے۔ اور دوسری جانب ہمارے حکمران ہمارے مسلمان بھائیوں کے خون بہانے والے امریکہ اور نیٹو کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ویلیو ایڈڈ ٹیکس کے ذریعے غریب عوام کے خون کا آخری قطرہ نچوڑ کر امریکی آئی ایم ایف کے قدموں پر نچھاور کرنے کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ حکمران امریکی شرائط آنکھیں بند کر کے تسلیم کر رہے ہیں جبکہ مہنگائی کا نہ تھمنے والا طوفان لوگوں کو خودکشیاں کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اسلامی اقدار کے فروغ اور تحفظ کی بجائے فحاشی کے کلچر کو عام جا رہا ہے اور قرآن و سنت کے حاملین کو دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ہم نے دین و شریعت سے انحراف بلکہ بغاوت کر رکھی ہے۔ اسی کی سزا ہے جو ہم اس وقت معاشی تباہی اور بدامنی و انتشار کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ سورۃ النحل آیت 112 سے واضح ہے کہ جب کوئی قوم اللہ کی حدود سے تجاوز کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ اس قوم پر زمین تنگ کر دی جاتی ہے۔ اُسے معاشی بدحالی اور غربت میں جھونک دیا جاتا ہے اور سکون چھین لیا جاتا ہے۔ آج ہمارے ساتھ یہی معاملہ ہو رہا ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ اس سے چھٹکارے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اجتماعی توبہ کی جائے۔ انہوں نے اپیل کی کہ تمام مذہبی جماعتیں نفاذِ شریعت اور غلبۂ نظامِ اسلامی کے یک نکاتی ایجنڈے پر متفق ہو جائیں اور نفاذِ اسلام کے لیے منظم احتجاجی تحریک برپا کریں اور پارلیمنٹ کے سامنے دھرنا دیں، گھیراؤ کریں اور اپنے مطالبات کی منظوری تک لوگ وہاں سے نہ اٹھیں، اگر دیگر مطالبات اس صورت میں منوائے جاسکتے ہیں تو نفاذ اسلام کے عظیم مشن کے لیے پُرامن احتجاج کا راستہ اختیار کیوں نہیں کیا جاسکتا ہے۔ نمازِ عشاء کے وقت یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو قبول فرمائے۔ آمین! (مرتب: عبدالرحمٰن تابانی)

حلقہ پنجاب شرقی کی دعوتی سرگرمیاں

ڈسٹرکٹ کمپلیکس پبلک سکول اوکاڑہ میں محفل حسن قراءت اور نعت خوانی کا اہتمام کیا گیا ہے، جس میں سکول کے پرنسپل کی خواہش پر امیر حلقہ پنجاب شرقی محمد ناصر بھٹی نے بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے فرزند ارجمند محترم ڈاکٹر عارف رشید (ناظم اعلیٰ انجمن خدام القرآن) کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا۔ پروگرام کے مطابق ڈاکٹر عارف رشید، بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ کے ہمراہ اوکاڑہ پہنچے تو امیر حلقہ نے اُن کا استقبال کیا، اور معزز مہمانوں کو ڈی پی ایس سکول لے گئے۔ سکول کے گیٹ پر سکول کے وائس پرنسپل مظہر حسین شاہ نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ اس ہال میں لے گئے جہاں پروگرام کا اہتمام کیا گیا تھا۔ سورۃ التکاثر کی تلاوت پر تمام بچوں میں حسن قراءت کا مقابلہ ہوا۔ مقابلے کے اختتام پر ڈاکٹر صاحب نے پوزیشن حاصل کرنے والے بچوں میں انعامات تقسیم کیے۔ بعد ازاں انہوں سورۃ التکاثر پر درس دیا۔ یہ پروگرام ساڑھے گیارہ بجے اختتام پذیر ہوا۔ ساڑھے بارہ بجے ڈاکٹر عارف رشید نے جامع مسجد ڈسٹرکٹ کمپلیکس اوکاڑہ میں ''عظمت قرآن'' کے موضوع پر خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ شرکاء کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔ اس موقع پر مسجد کے باہر بانی تنظیم اسلامی کی ویڈیو آڈیو کیسٹس، سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز کے ساتھ تنظیم اسلامی کے لٹریچر اور بانی محترم کی تصانیف پر مبنی اسٹال بھی لگایا گیا، جس سے لوگوں نے بھرپور استفادہ کیا۔ نماز جمعہ کے بعد ثوبان اسماعیل کے گھر کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مہمانوں کو میزبان کے گھر لے جایا گیا۔ ڈی پی ایس سکول کی انتظامیہ نے اِن دونوں پروگراموں کا بہت عمدہ انتظام کیا، جس کے لیے ہم اُن کے ممنون ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم سے نوازے۔ آمین (رپورٹ: عابد حسین)

تنظیم اسلامی بٹ خیلہ کے زیر اہتمام تفہیم دین پروگرام

30 مئی 2010ء مقامی تنظیم بٹ خیلہ کے زیر اہتمام ''کالج آف بزنس اینڈ آئی ٹی بٹ خیلہ'' میں ''تفہیم دین پروگرام'' منعقد ہوا۔ پروگرام میں شرکت کے لیے اہل علاقہ کو دعوت ناموں اور ذاتی رابطوں کے ذریعے دعوت دی گئی تھی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز مذکورہ بالا مقام پر صبح نو بجے راقم الحروف کی تلاوت سے ہوا۔ بعد ازاں درج ذیل موضوعات پر لیکچرز دیئے گئے۔

1 دین و مذہب کا فرق (شوکت اللہ شاکر)
2 مطالبات دین (حبیب علی)
3 منہج انقلاب نبویؐ (ڈاکٹر فیض الرحمٰن)

پروگرام میں رفقاء و احباب کی تعداد سو سے متجاوز تھی۔ پروگرام کے آخر میں سوالات و جوابات کا سلسلہ بھی ہوا۔ پروگرام کا اختتام بارہ بجے مولانا عبدالخالق کی دعا پر ہوا۔

نوٹ: دو لیکچرز کے بعد شرکاء کی چائے اور بسکٹ سے تواضع کی گئی۔ (رپورٹ: قاری شاہ زرین)

حلقہ بالائی سندھ کے زیر اہتمام فریڈم فلوٹیلا پر اسرائیلی حملہ کے خلاف مظاہرے

غزہ کے غیور مسلمانوں کے لیے امداد لے جانے والے امدادی قافلہ فریڈم فلوٹیلا پر اسرائیلی وحشیانہ حملے کے خلاف حلقہ بالائی سندھ کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہروں کا انعقاد کیا گیا۔ حلقہ کی وسعت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مظاہرے تین مقامات یعنی سکھر، شاہ پنجو اور صادق آباد میں کیے گئے۔

سکھر: سکھر میں یہ مظاہرہ 3 جون 2010ء بروز جمعرات بعد نماز عصر گھنٹہ گھر میں ہوا۔ مظاہرے کے لیے بینرز اور ٹی بورڈز بنوائے گئے تھے، جن پر درج ذیل عبارتیں تحریر تھیں۔

''اسرائیل کا وجود انسانیت کا کینسر ہے''، ''فلسطین اور پاکستان: یک قلب دو جان''، ''امدادی قافلے پر اسرائیل کی جارحیت شرمناک اقدام ہے۔''

مظاہرین امیر حلقہ غلام محمد سومرو کی قیادت میں ریلی کی صورت میں سفید جامع مسجد سے گھنٹہ گھر پہنچے۔ مظاہرے میں حافظ عزیز اللہ، جناب غلام محمد سومرو اور حافظ ثناء اللہ نے خطاب کیا۔ مقررین نے اسرائیل کی حالیہ دہشت گردی کی پرزور مذمت کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ اسرائیلی جارحیت کے درپردہ امریکہ کا ہاتھ ہے، کیونکہ وہ گزشتہ چھ دہائیوں سے یہودیوں کی ناروا حمایت کرتا چلا آ رہا ہے۔ مقررین نے عالمی برادری سے مطالبہ کیا کہ وہ اسرائیل کی حالیہ جارحیت کا نوٹس لے اور اسلامی دنیا سے بھی اپیل کی کہ وہ اسرائیل اور ان کے حواریوں سے سفارتی اور تجارتی تعلقات ختم کرے۔ مظاہرہ میں 20 رفقاء اور احباب شریک ہوئے۔ دعا کے ساتھ یہ مظاہرہ اختتام پذیر ہوا۔

شاہ پنجو: شاہ پنجو تنظیم کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرہ 3 جون 2010ء کو میہڑ شہر (ضلع

دادو) میں مقامی امیر نور محمد لاکھیر کی زیر قیادت منعقد ہوا۔ مظاہرہ میں نور محمد لاکھیر اور احمد صادق سومرو نے خطاب کیا۔ مقررین نے مظلوم فلسطینیوں کے لیے امدادی سامان لے جانے والے قافلے پر اسرائیلی جارحیت کی شدید مذمت کی۔ اُنہوں نے کہا کہ اسرائیل نے فلسطینیوں کا غزہ میں محاصرہ کر رکھا ہے جس کی وجہ سے ہزاروں مسلمان خوراک نہ ملنے پر پریشان ہیں۔ پُرامن امدادی قافلے پر حملہ اسرائیلی جارحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا کہ وہ اس معاملہ کی شفاف انکوائری کروائے اور اسرائیل کو لگام دی جائے۔

صادق آباد: 6 جون 2010ء کو پروفیسر سجاد منصور کی قیادت میں گستاخانہ خاکوں اور اسرائیلی جارحیت کے خلاف مظاہرہ اور ریلی کا اہتمام کیا گیا۔ مظاہرہ کے لیے بینرز اور ٹی بورڈز بنوائے گئے جن پر مختلف عبارتیں تحریر تھیں۔ ریلی سے سجاد منصور، حافظ خالد شفیع اور دوسرے رفقاء نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نبی ﷺ کے گستاخانہ خاکے اور فلسطینیوں کے لیے امداد لے کر جانے والے امن قافلہ پر صیہونی حملہ یورپی ممالک اور اسرائیل کی غنڈہ گردی اور درندگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اُنہوں نے مسلمانانِ عالم سے اپیل کی کہ وہ حرمت رسولؐ کے تحفظ کے لیے میدان میں نکل آئیں۔ شرکاء مظاہرہ شہر کی مختلف شاہراہوں سے ہوتے ہوئے پریس کلب پہنچے جہاں یہ مظاہرہ اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: نصر اللہ انصاری)

بقیہ: کالم آف دی ویک

قانون، سارے مقدمے، سارے جوتے اسی کے لیے تھے۔ سیاست دان، جرنیل، بیوروکریٹ اور جج پر پہلے ہی کوئی ہاتھ نہ ڈال سکتا تھا۔ مدتوں سے پولیس کے افسران میں محکمۂ اطلاعات کے افسران صحافیوں کی خطاؤں کو ختم کرنے کی کئی سال تک ڈیوٹیاں دیتے رہے اور اب تو

پولیس ویسے ہی اپنی کرپشن عیاں ہونے کے خوف سے میڈیا کے ساتھ ایک غیر تحریری سمجھوتے میں ہے۔ وکیلوں نے ایک جنگ عدلیہ کی بحالی کے لیے کیا لڑی اُن کا اب یہ حال ہوگیا ہے جیسے فاتح فوج مفتوح علاقے پر آ گھسی ہو۔

یہ میرے ملک کا وہ المیہ ہے جس نے اس کو گروہ در گروہ تقسیم کر دیا۔ ہر گروہ اپنا تحفظ کرنا قانونی حق سمجھتا ہے اور اس لڑائی میں وہ انصاف کے تمام اُصول پامال کر دیتا ہے۔ انصاف کی کرسی سب کے پاس ہے، سیاست دان، بیوروکریٹ، وکیل، صحافی۔ لیکن اپنے قبیلے کے بارے میں انصاف کا ترازو توڑ دیا جاتا ہے۔ موٹی موٹی لال لال آنکھیں نکال کر کہا جاتا ہے، بتاؤ ہم میں کون خراب ہے، نام لو، واضح کرو اور سامنے والے کو پتہ ہوتا ہے، اس کے جواب میں کیا آئے گا۔ سب اپنے گناہوں کے خوف کے سمجھوتے میں ہوتے ہیں۔ جب قومیں بے انصافی کے غرور میں ڈوبے گروہوں میں یوں بٹ جائیں اور اپنے اندر جھانکنا چھوڑ دیں تو میرے اللہ کا ایک قانون ہے کہ ظالموں کے گروہوں کو ظالموں سے لڑا کر زمین کو پاک کرتا ہے، تاکہ یہ انسانوں کے لیے رہنے کی جگہ بن سکے۔ یہ دنیا اُس کا باغ ہے اور وہ اس باغ کو اُجڑتا نہیں دیکھنا چاہتا۔ جب اس قدر جھاڑ جھنکار ہو جائے کہ سچ اور انصاف کی فصل اُگنا مشکل ہو جائے تو پھر پورے کھیت پر ہل چلایا جاتا ہے اور اب ہل چلانے کا موسم آ گیا ہے۔ کپڑا جب صابن سے رگڑنے یا ڈنڈے سے کوٹنے سے بھی صاف نہ ہو تو دھوبی اُس میں کاسٹک سوڈا ڈال کر اُبالتا ہے جس سے میل اُبل کر سامنے آ رہی ہے۔ اللہ کے دستور کے مطابق ظالموں کے گروہ آپس میں ٹکرا کر خود ہی پاش پاش ہوں گے یا تاریخ کے فیصلوں کے مطابق لوگ اُٹھیں گے اور کاسٹک سوڈے سے واضح ہونے والی میل سے اپنی دھرتی کو پاک کر دیں گے۔ انجام سامنے ہے۔ آج یا کل، دھرتی نے تو پاک ہونا ہی ہے۔ اس لیے کہ جب گروہوں کی عصبیت انصاف کے راستے کی رکاوٹ بن جائے، مسالک کی جنگ اللہ تک پہنچنے کے راستے مسدود کر دے تو پھر باغ کو سنوارنے کے لیے قضائے قدرت کے کارندے اپنا کام شروع کر دیتے ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

کتابچہ ''خلاصۂ تعلیمات قرآن'' کی فراہمی

رمضان المبارک میں لوگ نماز تراویح میں شریک ہو کر قرآن مجید سنتے ہیں۔ چونکہ تقریباً سارے ہی نمازی عربی زبان سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لئے صرف آیات کی سماعت کا ثواب ہی لے سکتے ہیں۔ مگر آیات کے ذریعہ پیغام الٰہی سمجھنے سے محروم رہتے ہیں۔ اس خامی کو دور کرنے کے لئے تراویح شروع کرنے سے قبل اگر نماز میں پڑھی جانے والی آیات کے مضامین کا خلاصہ دس بارہ منٹ میں بیان کر دیا جائے تو نمازی حضرات قرآن کے پیغام سے کسی قدر واقف ہو جائیں گے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کی خاطر ادارہ تحریر ندائے خلافت کے رکن پروفیسر محمد یونس جنجوعہ صاحب نے ایک کتابچہ تیار کیا ہے، جس میں روزانہ نماز تراویح میں پڑھی جانے والی آیات کا خلاصۂ مطلب تحریر کر دیا گیا ہے، تاکہ مسجد کے امام صاحب یا کوئی دوسرا شخص نماز تراویح سے قبل اسے پڑھ کر سنا دے۔

اس کتابچے کی تقسیم کے مطابق رمضان کی پہلی 16 راتوں میں سوا پارہ روزانہ، بعد کی 9 راتوں میں ایک پارہ روزانہ اور 26 ویں، 27 ویں رات کو بالترتیب آخری پارے کا نصف اول اور نصف ثانی پڑھا جائے گا اور 27 ویں شب کو قرآن ختم کر لیا جائے گا۔ اگر اس پروگرام پر عمل کر لیا جائے تو حاضرین رمضان المبارک کے دوران دین اسلام کے تمام اہم احکام سے واقف ہو جائیں گے جو قرآن مجید میں دیئے گئے ہیں۔ فھو المطلوب

96 صفحات کا یہ کتابچہ مؤلف سے درج ذیل پتہ پر دستیاب ہے

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
قرآن اکیڈمی
36 کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

(کتابچہ بذریعہ ڈاک نہیں بھیجا جائے گا۔ خواہشمند حضرات درج بالا پتے پر آ کر دستی لے جائیں)

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی جدید اقسام، کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور OPG (Dental) X-Ray کی سہولیات

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی
تصدیق شدہ ادارہ
ISO 9001:2000

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خصوصی پیشکش

مکمل میڈیکل چیک اپ

الٹرا ساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3000 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

B-950 فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax:3 516 21 85
Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

the *Shaitan* (devil) and will be saving his person from indulging in sinful activities. Such people are then required to make a collective struggle so as to change the whole environment and behaviour of the collective life in accordance with the teachings of Islam. This whole struggle is named as Jihad i.e. exerting oneself against all odds and tribulations. If such a struggle is done in the path of Allah so that the Word of Almighty God becomes dominant over all other things, then this struggle will be termed as Jihad in the way of Allah. However, the question remains as to what should be the methodology of making the Deen dominant in a society where majority of the people are Muslims by birth, though they are unmindful or have no understanding of their obligation in this respect. The way open is to first arrange a party of individuals, who have virtually adopted Islam in their personal and domestic life. They are very much sensitive on the *Haraam* (forbidden by God) and *Halal* (permitted as legal) and they are faithfully carrying out the obligatory rituals (*Ibadaat* i.e. five times obligatory prayers, the fast of Ramadan, the pilgrim of the holy Kaaba, and the payment of Zakat) in the best of the ways. They should propagate the teachings of the Quran by making the Quran as a source of their preaching. They should have the capacity of proving themselves to be the sincere believers themselves and should make *amr-bil-maroof* and *nahi-anil- munkar* (good and permissible things and bad and forbidden things) as the central point of their preaching. They should gradually strengthen their party and challenge all the evils of the society through peaceful means and should always remain peaceful even if people are trying to provoke them in one way or the other. **Any bloodshed in the name of Jihad is tantamount to terrorism and such tactics are likely to prove counterproductive from the point of view of Islamic *Dawah*.** The armed struggle is the advance form of the Jihad and technically it is called as *Qitaal-fee-sabeel-Allah*. This *Qitaal* or armed struggle is the duty of the Islamic Khilafah and no individual or group of individuals is allowed to take it up under any circumstances. We should learn from the life struggle of the Prophet Muhammad ﷺ, whose process of revolution has been referred to above. The Prophet ﷺ first raised a party of sincere believers, passed them through the process of purification and then commanded them against the existing ungodly system. All this was done after establishing an order called as the Khilafah, which remained intact after the Prophet and his Companions did their utmost to keep that system alive and dominantly operative. The Prophet ﷺ in his last sermon of *Hajja-tul-Wida* has clearly transferred the responsibility to his followers and we are bound by all obligations to redeem the system of Allah on the collective life as we preach it for individual and this is Jihad in the path of Allah. This is the normal and feasible way and can be followed in all times and in all circumstances. Anyhow, the things become quite different and of very emergency nature when other powers specially the infidels attack a Muslim country (I deliberately do not use here the word Islamic because we all are Muslim countries and none of us fulfill the requirements of being Islamic). Under such circumstances armed Jihad becomes obligatory on all the able-bodied Muslim citizens and they will have to fight back shoulder to shoulder with their armed forces. Afghanistan is an example and to fight back the American invaders is a real Jihad for the Afghan Muslims, whosoever they may be. Similarly if America or any other country commits the folly of invading the sacred soil of Pakistan, we all as Muslims have the obligation to stand behind our armed forces and ready to sacrifice our every thing to save the land of Pakistan, which was achieved in the name of Allah and with a pledge that the Deen of Allah will be ruling this land.

دعائے مغفرت کی اپیل

- رفیق تنظیم اسلامی عارف والا (چک71/EB) شیخ فاروق کی والدہ اور دو دن بعد ان کے بھائی کا انتقال ہوگیا
- بصیر پور حلقہ پنجاب شرقی کے رفیق تنظیم غلام رسول وٹو کے سالے کا انتقال ہوگیا
- منفرد اسرہ ساہیوال کے رفیق تنظیم عبدالستار کے سُسر وفات پاگئے
- تنظیم اسلامی گجرات کے رفیق محمد یوسف سیٹھی کا 13 سالہ بیٹا سڑک کے حادثے میں وفات پاگیا۔
- تنظیم اسلامی گوجرانوالہ کے ملتزم رفیق فتح داد خاں برکی کے والد انتقال کرگئے
- تنظیم اسلامی گوجرانوالہ کے ملتزم رفیق حافظ محمد عاصم کی دادی وفات پاگئیں
- تنظیم اسلامی گوجرانوالہ کے ملتزم رفیق محمد ادریس مغل کی پھوپھی اور محمد یونس مغل کی ساس وفات پاگئیں
- ناظم بیت المال کراچی جنوبی جناب نجم الحسن عسکری کی والدہ وفات پاگئیں
- ناظم حلقہ لاہور غازی محمد وقاص کی والدہ وفات پاگئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین و رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وحاسبھم حساباً یسیراً

Muhammad Faheem

The Islamic Concept of Jihad

The word Jihad has been so much subjected to media onslaught by the local and alien forces that it has become, to the understanding of many synonymous to terrorism and bloodshed. The global terrorism, which was systematically created, nurtured and promoted to horrible proportions through manipulating unjust and aggressive wars by the forces having hegemonic desires for totalitarian rule over the world is a phenomenon unfortunately assigned to "Jihad". Some of the countries were controlled through their puppets like the ones established in Iraq and Afghanistan through direct intervention and some indirectly like Pakistan through an installed military dictator, whose legacy is followed in toe-toe by the present-day incumbents. The U.S. has been playing leading role in these highly criminal adventures. The target before the forces of atrocities is to demonize Islam of which Jihad is an integral part. Unfortunately, the part of the *ulema* (the religious scholars of Islam) has been very passive in educating the masses on the real significance and meaning of this very important term of the Quran and the Sunnah. It is recalled that when "Jihad" is alienated from our "Deen" then there is every chance that Islam will not be able to stand and it will retreat to a defensive position, which status never suits the very nature of it. Islam wants its dominance as a system and never compromises on remaining in the status of mere "M*azhab*" (religion). Islam is "Deen" (the English word "religion" is not a proper substitute for it) when it is *ghalib* (dominant) and when it is *maghloob* (suppressed) it remains only religion in the sense that it is a sum total of dogmas and faith, rituals and a few social customs and traditions. On the other hand when Islam is at the authoritative position of both the individual and collective life of the believers in a geographical area, we can say that Islam is prevailing in that particular area not only as religion but it is functioning as "Deen" (collective system of life) as well. Let us take the example of Pakistan and ask ourselves a question: whether Islam is prevailing here as "Deen" or mere "mazhab"? The answer to this question in light of the Seerat-un-Nabavi will be that Islam is prevalent here in Pakistan as mazhab and not as Deen, since here our social, economic and political system are not regularized strictly under the Quran and Sunnah. Though, our constitution has the provisions in accordance with the spirit of the Objectives Resolution which lays down that no legislation would be done here repugnant to the Quran and Sunnah. Anyhow, it is there as a sacred preamble and not implemented practically. Our social, economic and political dispensations are all regulated in accordance with the man-made laws and they have never been vetted on the prescribed scale of the Quran and Shariah.

Having this submission as the background, we as a Muslims owe, as earnest responsibility, to get to the desired standards by reshaping all aspects of our collective life to be controlled by the Divine Laws in the same way as the life of an individual believer is controlled by such laws. The Holy Quran gives a very clear testimony that the Last Prophet Muhammad ﷺ had been sent by Almighty Allah, having given him the *Al-Huda* (the most perfect guidance for mankind) and the *Deen-ul-Haq* (the system of righteousness) with the objective to make the Deen (Islam) dominantly controlling authority over all other "Deens" (ways and systems of life). The prophet ﷺ, through the inculcation of the Quranic wisdom and through the knowledge of the Book groomed his companions through the process of purification and self control, who not only struggled for changing themselves but were able to change the whole ungodly system into a pure Godly dispensation.

Now, the believers are required in the same manner not only for changing themselves but also to change the system controlling the collective life. Such struggle will start first from ones own person to change his life in the right direction. He will have to struggle against his "*nafs*" (ego) and will fight back